

پندرہوڑہ معارف فخر کراچی

سید شاہد ہاشمی

MA'ARIF FEATURE

ناصب مدیران: مفتی ظفر خاں، سید سعیج اللہ حسینی، نویں نون - معاون مدیران: غوث الدین، محمد عبید قادری
ڈی - ۳۵، بلاک - ۵، فیڈرل بی ایریا، کراچی - ۷۵۹۵۰
نون: ۰۹۲۰۱-۳۶۸۰۹۲۰ (۳۶۳۲۹۸۴۰) (۹۲-۲۱)

مرتقبہ: www.irak.pk, وہب گاہ: irak.pk@gmail.com

- ۱ - معارف فیض ہر ماہ کی کمک اور سولہ تاریخوں کو شائع کیا جاتا ہے۔ اس میں دنیا بھر سے (ہمیں) دستیاب ایسی معلومات کا اختیاب پیش کیا جاتا ہے، جو اسلام سے وجہی اور ملت اسلامیہ کا در رکھنے والوں کے غور فکر کے لئے اہم یامغاید ہوتی ہے۔
- ۲ - پیش کیا جانے والا لوازم بالعموم بلطفہ شائع کیا جاتا ہے۔ کسی مضمون، نقطۂ نظر، خیال یا معلومات کا اختیاب کی وجہ سے ہمارا تقاضہ ہمیں، اس کی اہمیت ہوتی ہے۔ کسی مضمون یا معلومات کی ملک تربیہ یا اس سے اختلاف پیش کیا جاوے کو بھی جگہ دی جا سکتی ہے۔
- ۳ - معارف فیض کوہنہ بنانے کے لیے مفید معلومات کے حصوں یا ان کے ذریعہ تک رسائی میں آپ کی مدد کا خیر مقسم کیا جائے گا۔
- ۴ - ہمارے فرماں کردہ لوازے کے مرید، لیکن غیر جاری ابلاغ کی عام اجازت ہے۔
- ۵ - معارف فیض کی کوئی قیمت مقرر نہیں۔ تاہم عطیات کی ضرورت بھی رہتی ہے اور عطیات قبل بھی کیے جاتے ہیں۔ اسلامک دیسروچ اکیڈمی کو اچھی

روکا جاسکتا ہے کہ ملک کو جمہوری اداروں سے آزادتے جدید ریاست میں تبدیل کیا جائے اور وہاں آئیں کے تحت حکمرانی یقینی بنائی جائے۔ ایسی کوئی بھی ہم جوئی امریکی سیاسی نظام اور سرگرمیوں سے مطالبت رکھنے والے نظام الادوات کی حامل ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ ۲۰۱۰ء میں جزید امریکی فوجی افغانستان یقینی کے فعلے کی خلافت کرتے ہوئے میں نے ایک مضمون میں خبردار کیا تھا کہ عسکری ہمہ اتنی طویل، لاحاصل اور لایقی نہ ہو جائے کہ غیر جہادی افغان بھی اس کے خلاف ہو جائیں۔

افغانستان کبھی جدید ریاست نہیں رہا۔ کسی بھی خطے یا معاشرے کو ریاست کی حیثیت اسی وقت حاصل ہوتی ہے، جب پوری قوم کا کوئی ایک مشترک نظریہ و فریضہ واضح ہو اور اس حوالے سے قوت مقتدرہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہو۔ افغان سر زمین ہبہ سے معاملات میں زیخیز ہے مگر ریاست کے بنیادی عناصر کے حوالے سے محرومی کی حالت میں ہے۔

اندرونی صفحات پر:-

- ایرانی جوہری پروگرام
- ”سب سے پہلے میں“
- ”ہم سے خدا ری کی گئی“
- دنیا بھر میں ”ناکام“ امریکی مداخلت
- فلسطینیوں سے جرمی کی دیرینہ دشمنی
- افغانستان: بھارت اور ایران کے لیے امکانات افغانوں کو اڑا ممٹ دو!
- افغانستان میں بھارت کے آپشن محدود
- امریکی نظریں افغانستان کے پڑوسن پر مرکوز

امریکا کی طاقت کا مستقبل

Henry Kissinger

کوششوں کے حوالے سے اپنے آپ کو شدید ٹکست وریخت سے دوچار کر لیا ہے اور ایسا اس لیے ہوا ہے کہ وہ قابلِ حصول اہداف کے تعین اور انہیں اپنے سیاسی نظام سے جوڑ کر پائیدار حیثیت دینے میں ناکام رہا ہے۔ امریکا کے لیے اب تک عسکری مقاصد غیر معمولی حد تک قائمی اور ناقابل عمل رہے ہیں اور سیاسی مقاصد قائمی غیر واضح اور ”غمص بصر“ واضح ہوئے ہیں۔ عسکری اور سیاسی مقاصد کو ایک دوسرے سے جوڑنے اور اسی آنکھی پیدا کرنے میں ناکامی سے امریکا بہت چاہیے۔ اس سے بھی زیادہ بندوں نویت کی اور انجامی پریشان کن باتیں ہیں کہ امریکا نے اتحادیوں اور میں برس کے دوران اتحادیوں کے ساتھ رہنے والوں سے مشاورت کی بغیر یا انہیں اعتماد میں لیے بغیر اخلاکی فاصلہ کیوں کر لیا اور افغانستان میں درپیش چیخنے کو افغانستان پر کمل کنٹرول یا وہاں سے اخلاق کے درمیان انتخاب تک کیوں مدد کر دیا گیا۔

وہی تمام سے عراق تک شورش کو کچھ کے نام پر کی جانے والی کوششوں کے حوالے ایک بنیادی سوال تعاقب میں رہا ہے۔ جب امریکا اپنے فوجیوں کی زندگی داؤ پر لگائے، اپنی ساکھوں کو کھڑے میں ڈالے اور دیگر ممالک کو بھی ملوٹ کر لئے تو اسے یہ سب کچھ واضح اسٹریچ ہے اور سیاسی اہداف و مقاصد کے تحت کرنا چاہیے۔ اسٹریچ یوں کہ ہم جن حالات میں لڑیں وہ واضح ہونے چاہئیں اور سیاسی پیوس کے متعلقہ ملک کے لیے حکومتی نظام پاڑھائیا جاوے اور اسی پیوس کی کوشش کے منابع کو متعلقہ ملک اور عالمی برادری دونوں کے لیے پائیدار ہنانے میں مدد ملے۔ امریکا نے دور افراہ ممالک میں شورش پر قابو پانے کی

افغانستان کے تھے۔ اور ہم نے اپنے دوستوں اور اتحادیوں پر بھی زور دیا تھا کہ وہ طالبان کے خلاف ساتھ دیں۔

اب چاہے کچھ بھی کہا جائے اور کتنی ہی تو ختنی کی جائے، یہ حقیقت چھپائی نہیں جاسکتی کہ افغانستان سے امریکا اور اتحادیوں کا انخلاء شدید پر تھنا ہات کا باعث بنا ہے اور منسوبہ سازی ناقص رہی ہے۔ امریکا غیر معمولی صلاحیتوں اور تاریخی القدار کے ساتھ عالمی نظام کا ایک نمایاں حصہ ہونے کی حیثیت سے اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دے کر جان نہیں چھڑا سکتا۔ محض انخلاء کے ذریعے امریکا سوالات اور اعتساب سے بچ نہیں سکتا۔ اپنے اثرات کا دائرہ و سعیج سے وسیع تر کرنے والی جدید ترین تکنیکاں کے حامل ممالک کی مدد سے پانی جانے والی غیر معمولی دشمنت گردی کا سامنا کرنا، مدد و کرنا اور اس پر قابو پانی ایک اعلیٰ عالمگیر جنگی ہی رہے گا۔ قومی اسنٹریٹجگ مفاہمات اور ہم آئندی پر بنی سفارت کاری کے ذریعے سفر و جوہ میں لائے جانے والے ہیں الاقوامی ڈھانچے کی مدد سے دشمنت گردی کے خلاف مزاحمت لازم ہے۔

ہمیں یہ شاختہ اور تسلیم کرنا ہو گا کہ مستقبل قریب میں ایسا کوئی ڈرامائی اسنٹریٹجگ اقدام ممکن نہیں، جو افغانستان میں ہم پر لگنے والے داعش کو دھونے میں معاون ثابت ہوا۔ ایسا یہ کہ خلطے میں نئے رنی نویعت کے اعلانات کیے جائیں۔ افغانستان سے انخلاء کے معاملے میں امریکا نے جو بیکاری کے وہ اتحادیوں کی مایوسی کو کئی گناہ کر دے گی، خالقین کے حوصلے پر ہائے گی اور دیکھنے والوں کے وہنوں میں کفیوڑوں کے پیچ بوجے گی۔

جو ہائیڈن انتظامیہ ابھی ابتدائی مرحلے میں ہے۔ جو ہائیڈن انتظامیہ کو ملکی اور ہیں الاقوامی ضرورتوں سے مطابقت رکھنے والی جامع حکمت عملی تیار کرنے اور اسے برقرار رکھنے کا موقع ملتا ہی چاہیے۔ جمہوریت دھڑوں کے درمیان تباہات، اخلاقیات اور تصادم سے پروان چڑھتی ہے اور اسے عظمت مصالحت اور تصفیوں کی بدروالت نصیب ہوتی ہے۔ (ضمون کا امریکا کے سابق وزیر خارجہ اور سابق نیشنل سٹریٹری ہے)

(ترجمہ: محمد ابراهیم خان)

"The future of American power: On why America failed in Afghanistan".

("The Economist". Aug 25, 2021)

جانے سے سیاسی عزم کمزور پڑ گیا اور پہلے سے موجود کرپشن کو غیر معمولی، بلکہ تباہ کن حد تک بڑھا اماملا۔

افغانستان میں امریکا کے داخلی تباہات کی بہت سی شکلیں دکھائی دی ہیں۔ شورش کچلے کے نام پر کی جانے والی کارروائیوں کے نتاظر میں جسے ترقی تحریر دیا جاتا ہے، اسے سیاسی تباہی میں صرف تباہی سے تغیر کیا جاتا ہے۔ امریکا میں ٹکوٹیں تبدیل ہوتی رہیں اور دونوں جماعتیں کی کوٹیوں (انتظامیہ) کے دوران فریقین ایک دوسرے کو زیادہ سے زیادہ مظلوم کرنے کی جگ و دو میں مصروف رہے۔ ایسے میں بھی اعلانات بھی ہوئے جو عجیب کہے جاسکتے ہیں اور جن سے معاملات مزید اچھے ہیں۔ ۲۰۰۹ء میں فیصلہ کیا گیا کہ افغانستان میں مزید فوجی تیجیں جائیں گے اور ساتھ ہی ساتھ یہ اعلان بھی کیا گیا کہ ان کی واپسی ڈیڑھ سال میں شروع ہوگی۔

جن اہداف کا حصول ممکن تھا انہیں ملا کر تباہ کے حوالے سے سوچنے کی رحبت گوارانیں کی گئی۔ شورش کے خلاف کیے جانے والے اقدامات کو طالبان کے خاتمے کے بجائے انہیں قابو میں رکھنے تک مدد و کیا جا سکتا تھا۔ سیاسی و سفارتی سطح پر ایک بڑی اتفاق حقیقت بھی سامنے آئی تھی، یہ کہ افغانستان کے پڑوں (جب وہ ایک دوسرے کے خلاف ہوں تب اور کبھی بھی ہمارے خلاف بھی) اس بات سے خوف محسوس کریں کہ افغانستان کسی بھی وقت دشمنت گروں کا گڑھ بن سکتا ہے۔

کیا چند ایک شورش خالف اقدامات کو ہاتھ مربوط کرنا ممکن تھا؟ بھارت، چین، روس اور پاکستان کے مفاہمات متنوع ہیں۔ تخلیقی انداز سے بروئے کار لائی جانے والی سفارت کاری افغانستان میں دشمنت گردی پر قابو پانے کے حوالے سے مشترک اقدامات کی راہ ہموار کر سکتی تھی۔ برطانیہ نے ایک صدی تک ہندوستان سے مشرق و سلطی تک اپنے مقبوضہ علاقوں کا دفاع کامیابی سے کیا تھا۔ اس نے اپنی بھی مستقل فوجی اڈے قائم کرنے کے بجائے مقامی یا علاقائی حامیوں اور معاونیں کی مدد سے اپنے مفاہمات کا تخطیل ہی بنانے کے لیے ہدود وقت تیار رہنے کی حکمت عملی اپنائی تھی۔

افغانستان کے لیے اس نویعت کے تباہ کوتاہش کرنے کا سوچا ہی نہیں گیا۔ جنگ کے خلاف ہم چلا کر سابق صدر ڈنلڈ ٹرمپ اور صدر جو ہائیڈن نے طالبان سے مذاکرات کا ڈول ڈالا جکہ طالبان ہی کو تو کمال باہر کرنے کے لیے ہم

افغانستان کو ایک ایسی جدید جمہوری ریاست میں تبدیل کرنا جہاں ریاست عملداری واضح اور تمام معاملات پر حاوی ہوئی سال، بلکہ عشرے پر چاہتا ہے۔ یہ سب کچھ اس ملک کی جغرافیائی ساخت اور سماں و مذہبی بنیاد پر پائے جانے والے تبعع کے خلاف ہے۔ افغانستان کی مضمون حالت، مختلف علاقوں تک اپنی ملکی مشکل رسمی اور مرکزی اخباری کے فقدان نے اسے دشمنت گرد نیت و رکس کے لیے اپنی پر کش بنایا۔

ریاست کی ملک میں افغانستان کی تاریخ اخباروں میں صدی تک ملتی ہے تاہم اس خطے کے لوگ مرکزی اخباری کے زیادہ قابل نہیں رہے بلکہ اس کے خلاف مزاحمت بھی کرتے رہے ہیں۔ افغانستان کا سیاسی و سکری اسٹکام، بہت حد تک نسلی و قبائلی بنیادوں پر ممکن بنایا جاتا رہا ہے۔ اصلًا جا گیر دار معابری تھیں اسی ڈھانچے میں فیصلہ کن حیثیت قبائلی بنیاد پر تشكیل دی جانے والی افواج کے منتظمین کو حاصل رہی ہے۔ افغانستان کے جنگجو ردار آپس میں تو دوست و گرپاں رہتے ہیں مگر جب کوئی بڑی قوت حملہ آور ہو کر معاشرے کو ہاتھ جوڑنے اور کوئی مرکزی اخباری متعارف کرنے کی کوشش کرتی ہے تو یہ متحد ہو کر اس کا سامنا کرتے ہیں۔ ۱۸۳۹ء میں برطانوی فوج اور ۱۹۷۹ء میں سابق سوویت یونین کی افواج کے چلوں کے وقت ایسا ہی ہوا تھا۔

برطانوی افواج کو ۱۸۴۲ء میں کامل سے شرمناک اور بلا کست خیر انداز سے پہاڑوں پر اتھا۔ تب صرف ایک بورپی باشندہ ہلاک یا گرفتاری سے بچ نہیں میں کامیاب ہوا کتا۔ ۱۸۴۹ء میں سابق سوویت افواج کی پہاڑی بھی افغان جنگوں سرداروں کے اتحاد اور حرکت پذیری ہی سے ممکن ہوئی تھی۔

یہ کہنا بالکل بے بنیاد ہے کہ افغان باشندے اپنے لیے لانا نہیں چاہتے کیونکہ تاریخی طور پر یہ ثابت ہے کہ وہ اپنے قبائل اور قبائلی خومنتاری کے لیے بے جگہ سے لاتے رہے ہیں۔

امریکا نے افغانستان میں جو کچھ کیا ہوا، وہ رفتہ رفتہ دشمنت گردی اور شورش کے خلاف اس کی دیگر مہماں کی ملک اختیار کرتا گیا لیکن امریکا کے طول و عرض میں اس حوالے سے حکومت کی جماعت گھٹت گئی۔ طالبان کے ٹھکانوں کو تباہ کرنے میں کامیابی ممکن ہی نہیں مگر جنگ سے تباہ حال ملک میں تو میں سطح کی تغیر و ترقی سے متعلق کوششوں نے بنیادی عسکری قوت کو جذب کر لیا۔ طالبان پر قابو پالی گیا تاہم انہیں ختم نہیں کیا جاسکا۔ ناماؤں قسم کے حکومتی ڈھانچوں کے متعارف کرائے

امریکا کی مشرق و سطحی میں عدم استحکام پیدا کرنے کی تیاری

بین الاقوامی جوہری معاہدہ ہی اس بات کی خاتمت فراہم کر سکتا ہے کہ ایران جوہری تھیار بنا نے سے باز رہے۔ یہ سب کچھ پہلے بھی کیا گیا تھا یا دنیا کو یہی دکھایا گیا تھا۔ ایران کے جوہری پروگرام کو کسی نہ کسی طور مدد و درستھنے کے نام پر تمام یہی قوتوں نے عمل کرنا کرتے کی راہ پر گامزرن ہونا قبول کیا اور ایک جامع معاہدہ بھی کیا گیا، جس سے سابق امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے الگ ہو کر بساطت ہی الث ول۔ یہ گویا خلطے میں شدید عدم استحکام کی راہ ہموار کرنے ہی کا ایک معیاری ہتھکنڈا تھا۔ جب کسی بھی معاملے میں اپنے مفادات کا کمل تحفظ ممکن دکھائی نہ دے رہا ہوتا معاملات کو بکسر الث پلت دنیا امریکا کا ویرہ رہا ہے۔ ایران کے ساتھ جوہری معاہدے کے معاملے میں بھی امریکا نہیں کیا۔

امریکی مدد و فاع (پناؤن) کو ایرانی جوہری تھیبیات پر اسرائیلی فوج کے محل کی تیاریوں کا علم ہے، تاہم کہا جا رہا ہے کہ اس پورے عمل سے اس کا دراء راست کوئی تعلق نہیں۔ یہ بات بھی کسی طور تسلیم نہیں کی جا سکتی کیونکہ امریکا اور اسرائیل کے تعلقات کا معاملہ ایک تھا میں کھانے جیسا رہا ہے۔ اسرائیل کو خلطے کے مالک میں سے کسی کی بھی جاریت سے بچانا امریکی قیادت کا نصب العین رہا ہے۔ اس معاملے میں امریکا نے کبھی سمجھوتا نہیں کیا۔ پورے خلطے کو شدید عدم استحکام سے دوچار کر کر بھی اسرائیل کا کمل تحفظ بھی بنا نے کو ترجیح دی جاتی رہی ہے۔ فلسطینیوں کے معاملے میں اسرائیل نے جس بہت ہرمنی اور سفا کا مظاہرہ کیا ہے، وہ امریکا کی کمل سرپرستی کے بغیر ممکن ہی تھی۔

گزشتہ ماہ اسرائیل کا بینے نے ۱۸ ارب ڈالر کے دفاعی بجٹ کی منظوری دی، جس میں دوارب ڈالر سے کچھ زائد رقم ایران کو لکھوں میں رکھنے کے نام پر کھی گئی ہے۔ اسرائیل نے ۲۰۱۱ء اور ۲۰۱۳ء میں وزیر اعظم ایمود بارک کے دور میں بھی، جوہری تھیاروں کی تیاری سے متعلق اطلاعات کے موصول ہونے پر، ایران کی جوہری تھیبیات پر حملوں کی تیاریاں کمل کر لی تھیں تاہم اس منصوبے پر عمل نہیں کیا گیا۔ اسرائیلی فوج نے خلطے میں ایران کے اڑاٹات کا دارہ مدد و درستھنے کے لیے مسلسل کام کیا ہے۔ شام میں ایران کی حمایت یافتہ ملکی شیا حزب اللہ کو کمزور کرنے پر بھی توجہ دی گئی ہے۔ اسرائیلی فوج نے شام میں حزب اللہ پر ۳۱ حملے کیے ہیں، جن میں صفت اسلحے کے ذخیرہ پر تھے۔ مارچ میں ”وال اسٹریٹ جول“ نے ایک

کمل طور پر تباہ کرنے کی مد میں اسرائیلی حکومت نے دفاعی

بجٹ میں دوارب ڈالر بھی مختص کر دیے ہیں۔ یہ بات اسرائیلی

الوصاہت

ایک زمانے سے ایران کے جوہری پروگرام کو بہانہ بن کر پورے مشرق و سطحی کو شدید سیاسی و عسکری عدم استحکام سے دوچار رکھتا مغرب کے پندیدہ مشاغل میں شامل رہا ہے۔ یہ مشاغل مجبوری کی حالت میں ہیں کیونکہ ملکی ہوئی طاقت کے پیش نظر ایسا بہت کچھ کرنا پڑ رہا ہے جو جیل، روس اور دیگر اہم تری ہوئی طاقتیوں کے اڑاٹات کا دارہ مدد و درستھنے میں معاون ثابت ہو۔

ایران کا جوہری پروگرام کس منزل میں ہے اور وہ اس محاصرہ کیا کر سکتا ہے، اس بارے میں پورے یقین سے کوئی بھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ایران کے جوہری پروگرام کے بارے میں مغرب جو بھی راگ الایتا ہے دنیا اُسے سن کر جھوٹی ہے، اور جو کچھ وہ کہتا ہے اس پر آنکھ بند کر کے یقین کر لیتی ہے۔

خلطے کے خلطے میں بہت کچھ بدلتا ہے۔ تحدہ عرب امارات نے اسرائیل کو تسلیم کر کے معاملات کو بکسر الث پلت دیا ہے۔ امریکی اڑاٹات کے تحت خلطے کے دیگر مالک کے پاس بھی اسرائیل کو تسلیم کرنے کے سوا جاہر نہیں۔ کوئی ایک ملک بھی ایسا نہیں جو اس بدنی ہوئی صورت حال کے شدید مخفی اڑاٹات کو محسوس کر کے مراحت کی طرف جائے۔ سب نے

آنکھ بند کر کے یہ طے کر لیا ہے کہ جو کچھ امریکا کے وہی کرنا ہے، خواہ اس عمل میں سب کچھ براہ راست جو جائے۔

جو کچھ افغانستان میں ہو رہا ہے وہ پورے خلطے کے لیے انتہائی تشویش کا باعث ثابت ہوا ہے۔ ابھی اس معاملے کی گرد بیٹھی بھی نہیں ہے کہ مشرق و سطحی میں سیاسی، معاشری اور اسٹریٹچ عدم استحکام کا نیا در و شروع کرنے کا ڈول ڈالا جا رہا ہے۔ اسرائیل نے کہا ہے کہ ایران اب جوہری تھیاروں کے حصول کی منزل سے زیادہ در تین اور اگر اس نے جوہری تھیار تیار کی تو اس کی جوہری تھیبیات کو تباہ کرنے سے کسی صورت اختیار نہیں رہتا جائے گا۔ ”وی ہائمر آف اسرائیل“

نے ایک رپورٹ میں بتایا ہے کہ اسرائیلی فوج نے ایران کی جوہری تھیبیات پر فیصلہ کن نوعیت کے حملوں کی تیاریاں کمل کر لی ہیں۔ بس حکم ملے کی وجہ ہے۔ ایران کا جوہری پروگرام

”سب سے پہلے میں“

Stewart M. Patrick

تک manipulation کی گئی۔ حکومی بہت کوشش کی گئی کہ

غربیوں کو بھی ویکسین لگوانے کا موقع طلبگار مجموعی طور پر یہ

معاملہ طاقتور ترین ممالک کے ہاتھ میں رہا۔ امریکا، یورپ اور

دیگر ترقی یافتہ خلائق نے کورونا سے بچاؤ کی ویکسین کی اریوں

خوارکیں تیار کر کے اپنے ہاں محفوظ کر لیں۔ غریب ممالک اور

پس ماندہ خطہ محض تماشائی بننے پر سب کچھ بے کمی سے دیکھتے

رہے۔ بہت سے ممالک کو سفارتی تعلقات بکتر بنانے اور چند

ایک معاملات میں ایڈ و ایچ لینے کے لیے کورونا ویکسین ترجیحی

بنیاد پر فراہم کی گئی۔ ۵ اکتوبر ۲۰۲۱ء تک افریقا کی ایک

ارب ۳۳ کروڑ کی آبادی میں صرف ایک فیصد کو ویکسین لگائی

جاتی تھی۔ یہ سب کچھ اس قدر ترجمہ ناک تھا کہ عالمی ادارہ

صحت کے ڈائریکٹر جنرل میڈ روز ایڈ ہانوم گیریسیس متول

ممالک پر شدید تقدیر کیے بغیر نہ رہ سکے۔ انہوں نے متعدد

بیانات کے ذریعے متول ممالک پر زور دیا کہ وہ اپنی اخلاقی

福德اری محسوس کرتے ہوئے پس ماندہ ممالک کے عوام کو بھی

کورونا سے بچاؤ کی ویکسین لگوانے میں مدد دیں مگر کسی کے

کافوں پر ہوں تک نہ رہنگی۔ گیریسیس نے اسے شدید

نوعیت کا اخلاصی ترقی اور تعلیم دنیا میں ۸۰ فیصد لوگوں کو کورونا سے

تک ترقی یافتہ اور متول دنیا میں ۸۰ فیصد لوگوں کو کورونا سے

بچاؤ کی ویکسین لگائی جا چکی تھی۔ انتہائی پس ماندہ ممالک کے

لوگ بے چارے باقی دنیا کا مشتمل تھتے رہ گئے۔ عالمی ادارہ

صحت کے سربراہ نے ترقی یافتہ دنیا پر شدید تقدیر کرتے ہوئے

کہیں ہارکہا کے یہ سب انتہائی ترجمہ ناک کے ہیں۔ پس ماندہ ممالک کے

بھی علاج کی بہترین سہیں، ویکسین اور ٹیسٹ کش دی

ہے مگر اس کے نتیجے میں کچھ ایسا حاصل نہیں ہو رہا ہے مثلاً قرار

دیا جاسکے۔ ہم کا سو پولیشن زبان بولتے ہیں لیکن پوری دنیا کی

ہات کرتے ہیں اور عالم گیریت کا راگ الائچے نہیں تھکتے مگر

جب سر پر پڑتی ہے تو صرف قومی مفادیا درہتا ہے۔

کورونا کی وبا نے بہت کچھ سکھایا ہے، بہت کچھ بے نفاب

کیا ہے۔ جب کورونا والیں سے بچاؤ کی ویکسین تیار ہوئی تو

طاقتور اور امیر ممالک سب سے آگے کھڑے ہو گئے۔ انہیں

اپنے باشندوں کو محفوظ رکھنے سے غرض تھی۔ افریقا اور دیگر پس

ماندہ خلائق کو بکسر نظر انداز کر دیا گیا۔ شمالی امریکا اور یورپ نے

کے ساتھ تھکنے کی خاطر لا ری جا رہی ہے۔ پوری دنیا کو ایک بڑے آرٹش

کے ساتھ بہت کچھ سمجھانے کی کوشش کی گئی جبکہ حقیقت یقینی کر

یہ پورا کا پورا معاملہ قومی مفاد کا تھا۔ دو عشروں تک افغانستان پر

ایک لا حاصل اور انتہائی غیر ضروری جنگ مسلط رکھی گئی اور ارب انتہائی شرم ہاک انداز سے، علیٰ میں انخلاء کیا گیا ہے۔ افغان

شہریوں کو شہر سے خوب دکھا کر ایک بارہ ہر غیر ملکی کیفیت میں

تھا جو چھوڑ دیا گیا ہے۔ جن افغان باشندوں نے امر کا اور یورپ

کا ساتھ دیا وہ اب بے یار و مددگار ہیں۔ امریکا اور یورپ کے

غوری اور شہری بھی، جو افغانستان میں مقامی باشندوں کے ساتھ

مل کر قومی تحریر کے کام میں کسی نہ کی طور مصروف رہے، اب تھا

رہ جانے والے افغان باشندوں کے لیے غیر معمولی ہمدردی

محسوں کر رہے ہیں۔ ان میں سے بہت سوں کو ایسا حسوس ہو رہا

ہے کہ افغان باشندوں اور فوجیوں سے غداری کی گئی ہے، انہیں

دھوکا دیا گیا ہے۔ میں امریکا کے پالیسی ساز عملکار بھی حصہ رہا

ہوں، اخلاقی ذمہ داری کا سوال وہاں بھی اختتا تھا۔

نا انہوں کے بعد امریکی قیادت نے جو بڑھکیں ماری

تھیں اور جمہوریت، بنیادی حقوق اور دیگر متعلقہ معاملات میں

جو بڑے بڑے دوڑے کیے تھے، وہ سب دھرے کے دھرے رہ

گئے۔ افغانستان کو جدید ترین جمہوریتی ریاست بنانے کی بات

کی گئی۔ امریکا کے پاس وسائل کی کسی نہ تھی مگر غیر معمولی دعووں

کے باوجود کچھ بھی ٹیکلورہ نہ کیا جا سکا۔ اس کا ایک بنیادی سبب تو

یہ تھا کہ افغانستان کی انتظامی یا حکومتی مشینری میں بد عنوانی کی

جزیں، بہت گہری تھیں۔ کچھ پاکستان کا دو خاپن بھی تھا تو کچھ

یہ بات بھی تھی کہ ہم افغان معاشرے سے ناقص تھے۔

افغانستان کے جنگجو سرداروں کا بھی کچھ تھا کہ نہ تھا۔ پورے

یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کون کہاں پلت جائے، دعاء

جائے۔ ایک المناک حقیقت یہ بھی تھی کہ یہیں سو شل

انجینئرنگ کے حوالے سے اپنی مہارت کا کچھ زیادہ ہی رسم تھا

اور دوسروں کی اصلاح کا ضبط ہمارے دماغوں پر سوار تھا۔

حکم خاجہ کے افسر کی حیثیت سے میں نے امریکا کا افغان

انٹر بھیجنی آپریشنز گروپ کے کئی اجلاسوں میں شرکت کی۔ ان

اجلاسوں میں بڑی بڑی باتیں ہوتی تھیں۔ کلینکس قائم کرنے

اور پولیس کو تربیت دینے کے حوالے سے بہت کچھ بیان کیا

جاتا تھا مگر کچھ بیجا ہے جانے کی زحمت گوار نہیں کی جاتی تھی کہ جو

کلینکس قائم کیے گئے ہیں ان سے عوام کو کیا فائدہ پہنچ رہا ہے

اور جن پولیس اہلکاروں کو تربیت فراہم کی گئی ہے وہ قانون کا

احترام بھی کرتے ہیں یا نہیں۔ اپنی انٹر بھیجنر ہر زمانے تغیریوں

افغانستان نے ایک رپورٹ میں کہا تھا کہ امریکا نے ادارے

بنانے کا جو طریق انتخیار کیا وہ زیادہ قابل ستائش نہ تھا۔ بہت

بڑے پیارے پروسائل ضائع کیے گئے۔

کیم ستمبر ۲۰۲۱ء

”ہم سے غداری کی گئی“

اور افغان قیادت نے ہماری محتول راہنمائی بھی نہیں کی۔

میں افغان فوج میں تھری اسٹار جرزل ہوں۔ گیارہ ماہ

تک میں نے ۲۱۵ مائیوڈ کور کی قیادت کی۔ میری قیادت میں ۱۵ اسٹار فوجی جنوب مغربی افغانستان میں طالبان سے نبرد آزمائی ہے۔ میں نے اس لڑائی میں اپنے سیکلوں افسران اور سپاہی کھوئے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ میں محقق سے پھر اور قدرے منتشر الخیال فرد کی حیثیت سے، عملی تناظر پیش کر کے افغان فوج کے وقار کے دفاع کی کوشش کر رہا ہوں۔ میں یہ سب کچھ اس لیے نہیں لکھ رہا ہوں کہ میں افغان فوج کو تمام کوتا ہیوں اور خزانیوں سے بری الذمہ قرار دینا چاہتا ہوں مگر حقیقت یہ ہے کہ ہم میں سے بہت سوں نے پوری شان اور وقار سے اپنے حصے کا کام کیا یعنی میدان میں ڈالنے رہے گر امرکیوں اور افغان قیادت نے ہمیں دھوکا دیا۔

اگست کے دوران جب ہم جنوبی افغانستان کے شہر لکھنگاہ پر طالبان کو قابض ہونے سے روکنے کی کوشش میں خاصی بے جگری سے لڑ رہے تھے تب افغان صدر اشرف غنی نے اپیشن فورز کی قیادت کے لیے میر انام جوپیز کیا۔ میں نے خاصی پہنچاہٹ کے ساتھ اپنے سپاہیوں کو دیہی چھوڑ اور ۱۶ اگست کو کابل پہنچا۔ میں لڑائی کے لیے تیار تھا مگر یہ مجھے معلوم ہی نہیں تھا کہ صورت حال کتنی خراب ہو چکی ہے۔ صدر اشرف غنی نے مجھے کابل کی سیکورٹی یعنی بنانے کا ناسک سوپا۔ مجھے اس حوالے سے پکھ کرنے کا موقع ہی نہیں ملا کیونکہ طالبان شہر میں داخل ہو رہے تھے اور اشرف غنی ملک سے فرار ہو چکے تھے۔

یہ احساس اب بھی غیر معمولی شدت کے ساتھ پایا جاتا ہے کہ ہمیں بڑی طرح دھوکا دیا گیا۔ اشرف غنی جس عجلت کے ساتھ فرار ہوئے اس سے انتقال اقتدار کے حوالے سے کسی سمجھوتے تک پہنچنے کے مذاکرات کی راہ مسدود ہو گئی۔ اگر ایسا کچھ ہوا ہوتا تو انخلاء کے عمل میں اتنی ہڑبوگ دکھائی نہیں ہوتی۔ لعلم و بخطہ یعنی بنانے کی کوشش ہی نہیں کی گئی۔ یہی سبب ہے کہ انتشار پھیلا اور کابل ایئر پورٹ پر دل کو دہلا دینے والے مناظر دکھائی دیے۔

کابل ایئر پورٹ کے مناظر ہی کو بینا دینا کامیکی صدر جو باہیہ میں نے ۱۶ اگست کو قوم سے خطاب میں کہا کہ افغان فوج کامل طور پر ناکام رہی اور یہ کہ کہیں کہیں تو برائے نام بھی لڑائی

Sami Sadat

گزشتہ ساڑھے تین ماہ سے میں جنوبی افغانستان کے صوبے بامند میں طالبان کی انتظامی خود ریز اور دم پر ڈھنی ہوئی یلغار کے خلاف دن رات لڑتا رہا ہوں۔ اس دوران ہمیں ڈھنگ سے سانس لینے کا موقع بھی نہیں ملا۔ ہم کی بار طالبان کے مغلوں کی زد میں آئے مگر پھر بھی ہم نے انہیں آگے نہیں بڑھنے دیا اور بہت بڑے پیارے پر جانی تھان سے دوچار کیا۔ اس کے بعد مجھے افغانستان کی اپیشن فورز کی قیادت کے لیے دار الحکومت کابل پایا گیا مگرتب طالبان شہر میں داخل ہو رہے تھے یعنی بہت دیر ہو چکی تھی۔

میں تھک چکا ہوں۔ میرے حواس بھی تابو میں نہیں۔ مجھے امریکی صدر جو باہیہ میں کے ان الفاظ نے شدید رنج پہنچا ہے کہ امریکی فوجیوں کو ایک ایسی ڈھنگ لڑ کر جان نہیں دیتی چاہیے جو خدا افغان فورز کی نہیں لڑا جاتی۔

یہ حقیقت ناقابل تردید ہے کہ افغان فوج لڑنے کا عزم کھو چکی ہے۔ مگر یہ سب کچھ اس لیے ہوا ہے کہ ہم میں یہ احساس بھی بہت شدت کے ساتھ پروان چڑھا ہے کہ ہمارے امریکی شرکت داروں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے۔ چند ماہ کے دوران امریکی صدر کے الفاظ سے ہمارے لیے شدید عدم احترام جھلکا ہے اور وفاداری بھی کہیں دکھائی نہیں دی۔ افغان فوج کو کمل طور پر بری الذمہ قرار دیں دیا جائے۔ اس کے بھی مسائل تھے جن میں اقربا پروری، کریشن اور یورو کریں نامیاں ہیں مگر ہم نے لڑانا اس وقت چھوڑا جب ہمارے شرکت داروں نے لڑنا چھوڑ دیا۔

امریکی صدر اور یورپی قائدین افغان قومی فوج کے ناکام ہو جانے کی باتیں کر کے مجھے اور دوسرے بہت سے لوگوں کو شدید دکھ پہنچا رہے ہیں کیونکہ اس صورت حال کے اصل اسباب کے بارے میں ایک لحظہ بھی نہیں کہا جا رہا۔ واٹکنن اور کابل کے درمیان سیاسی تقسیم نے افغان فوج کو ایچجنوں سے دوچار کر دیا اور ہم اپنے حصے کا کام ڈھنگ سے کرنے کے قابل نہ ہو سکے۔ امریکی سال سے ہمیں لڑائی کے میدان میں لا جسٹک سپورٹ فرائم کر رہا تھا۔ جب یہ لا جسٹک سپورٹ روک دی گئی تو ہم مظلوم ہو گئے۔ امریکی

سے خدمات انجام دینے والے پی ماہیکل مکالمے نے کہا ہے کہ ہم سب مل کر افغانستان ہار گے۔ سوال یہ ہے کہ ہم نے افغانستان ہمارا تھا کب۔ صدر جو باہیہ میں کہا ہے کہ ہم نے افغانستان میں دعشوں تک جو جنگ لڑی وہ غیر تجربہ خیز رہی یعنی یہ جنگ لڑنے کی کچھ خاص ضرورت نہ تھی۔ ”ناکافل ناٹھر“ میں گیڈین ریچ میں نے لکھا ہے کہ یہ درست ہے کہ جو باہیہ میں کو اولًا امریکیوں کے مفاد کا تحفظ لٹھنی بناتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ افغان باشندوں کے مفاد کا خیال رکھنے کی اخلاصی ذمہ داری بھی امریکا پر عائد ہوتی ہے۔ جو افغان باشندے امریکا اور اس کے اتحادیوں کے ساتھ مل کر کام کرتے رہے اُنہیں وہاں سے نکالنا بھی امریکا ہی کی ذمہ داری ہے۔ دنیا اس بات کو تھیں بنا کے طالبان میادی حقوق کا خیال رکھیں۔ اقوام تحدہ اس بات کو تھیں بنا کے کہ افغان عوام کو یہیں ملے۔

کورونا بکھیں اور افغانستان سے انخلاء کے معاملات میں بڑی طاقتی کی صرخ مناقبت کھل کر سامنے آئی ہے۔ اور ایک بار پھر اُن کی یہ سوچ بے نقاب ہو گئی ہے کہ صرف اپنا مفاد اپنے رہنا چاہیے، دوسرے بے رہا ہوتے ہیں تو ہوتے رہیں۔ (ترجمہ: محمد ایمن خان)

"When the chips are down, it's a 'Me First' world". (worldpoliticsreview.com). Aug. 30, 2021)

باقیہ: دنیا بھر میں ”ناکام“ امریکی مداخلت

خوش حالی کے لیے انہماں کے انتہا کے انتہا نظر کو اپنی ترجیح بنا سکتے ہیں۔ وزیر اعظم پاکستان کو ماحول کے اعتبار سے معیاری ملک بنانے پر زور دے رہے ہیں۔ بہتر ہو گا کہ وہ تعلیم یافتہ اور صحت مند پاکستان بنانے پر بھی زور دیں۔ ماحول دوست پاکستان ممکن نہیں ہو سکتا اگر لوگوں کو اپنی تعلیم نہ دی جائے کہ وہ یہ سوچیں کہ عالمگیر حدت سے پیدا شدہ مسائل حل نہ کیے جانے سے ان کی اپنی زندگی بھی خطرے میں پسکتی ہے اور یہ کہ حکومتیں بھی اس افلاس کو دور کرنے پر توجہ نہ دیں جو لوگوں کو کھانا پکانے کے لیے درخت کاٹنے پر مجبور کرتی ہے۔

ہماری نوجوان سیاسی قیادت بجد و جہد کے بجائے محض موروثیت کی بنیاد پر آگے آئی ہے۔ اگر وہ اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ قابل اعتبار و اعتماد بنانا چاہتے ہیں تو کروڑوں پاکستانیوں کی ناخواندگی اور افلاس دور کرنے پر متوجہ ہونا ہی پڑے گا۔

(ترجمہ: محمد ایمن خان)

"Learning from history and own experience: US interventions in different countries are well remembered more for their failures than successes". ("The Express Tribune". August 25, 2021)

مرتب ہوئے۔ یہ اسران چونکہ سفارش یا تعلقات کی نیاد پر آئے تھے اس لیے ان میں مطلوبہ اہلیت برائے نام تھی۔ یہ جنگ کا تجربہ نہیں رکھتے تھے اور ان میں اتنی قابلیت بھی نہیں تھی کہ پہلوں کا حوصلہ بڑھاتے، ان میں اعتدالیداً اکرتے اور ان کا اختصار بینیت میں کامیاب ہوتے۔ جب کہ پہلوں پر فوج کو خواک، ایندھن اور کولا بارود کے حصول میں دشواریاں پیش آئے۔ اس کے نتیجے میں پوری فوج کا سوراں ہی چاہو گیا۔

لڑائی کے آخری لیام بہت عجیب و غریب تھے۔ ہم طالبان کے خلاف خاصی شدید حراست کر رہے تھے، ہر سے پہلوں پر فائر ٹنگ کا تباول ہو رہا تھا اور ہمارے سروں پر امریکی لڑاکا طیارے منڈلا رہے تھے جو گران کی حیثیت سرف تباشی کی تھی۔ ہم میں یہ احساس پوری شدت کے ساتھ موجود تھا کہ ہمیں تھا چھوڑ دیا گیا ہے اور غداری کا ارٹکاب کیا گیا ہے۔ امریکی پائلٹس نے بھی شدید بد جوابی اور قوی انگھمن کا سامنا کیا اور ہمیں بتایا گیا کہ انہیں ہدایت کی گئی تھی کہ زمین پر ہونے والی لڑائی کو صرف دیکھیں۔ وہ ہماری مدد کرنے سے قاصر تھے۔ طالبان کی طرف سے بڑھ چڑھ کر جملے کے جارہے تھے اور میرے سپاہی سوال کر رہے تھے کہ امریکی لڑاکا طیارے ہماری مدد کیوں نہیں کر رہے۔ ایسے میں سوراں کا خطرناک حد تک گرتا تو فطری اصر تھا۔ افغانستان بھر میں توی فوج کے سپاہیوں نے لڑائی ترک کر دی۔ ہم نے شدید لڑائی کے دوران بھی شکر گاہ پر اپنا قبضہ برقرار کا تھا مگر پھر یہ ہوا کہ باقی ملک کی طرح وہاں بھی ہمیں لڑائی جاری رکھنے کے درکار پس ایک مہینہ کا متأخر ہو گیا اور ہمارے میں پہاڑی کے سوا چارہ نہ تھا۔ میرے کامل جانے کے بعد بھی میری کوئی نہیں روکی تھی۔ اس نے متوجه کامل کے بعد ہمیں تھیار ڈالے۔

ہم سے سیاست اور صدور نے غداری کی، وہ کوئا دیتا۔ یہ صرف افغان جنگ نہیں تھی۔ یہ میں الاقوامی جنگ تھی، جس میں کئی افغان ملوث تھیں۔ صرف ایک فوج (افغان فورسز) کے لیے اس جنگ کو جاری رکھنا ممکن نہ تھا۔ یہ عسکری نگفتہ ہے مگر یہ سیاسی ناکام کے لٹکن سے لکی ہے۔

(لیفٹینٹ جنرل سعیت سادات نے جنوب مشرقی افغانستان میں افغان پیشل (جنرل) کی ۱۷۵ ماہیہ بند کوئی قیادت کی۔ اس سے قبل وہ افغانستان کی پیشل اٹلی جس انجمنی کے سینکڑا اور یکٹر تھے۔ وہ ڈیفسس ایئری، برطانیہ کے گرجویٹ میں اور لٹکر کا جنگ لندن سے ماسٹری ڈاگری رکھتے ہیں۔)

(ترجمہ: محمد ابراء خان)
"I commanded Afghan troops this year.
We were betrayed".
(New York Times". Aug 25, 2021)

بمباء اور اسپورٹ طیاروں کی دیکھ بھال اور مرمت وغیرہ کنٹریکٹرز کے پسروں تھی۔ جو لاٹی تک اے اہر ہزار کنٹریکٹرز میں سے پیشتر رخصت ہو پکے تھے۔ یعنی کل اشوائٹ کھڑا ہوا، جس کا مطلب یہ تھا کہ بیک ہاک ہیلی کا پڑ، سی۔ ۳۰ اسٹر انسپورٹ طیارہ، مگر انی پر مامور ہوں۔ سبھی پکھ گرا اڈنڈر کر دیا پڑا۔

کنٹریکٹر پر پاٹری سوٹ ویز اور پیٹری سسٹم بھی ساتھ لے گئے۔ انہوں نے ہمارے ہیلی کا پڑ میز انک ڈیفسس سسٹم کو بھی الگ کر دیا۔ اپنی گاڑیوں، ہتھیاروں اور عملے کا سراغ لگانے کے لیے ہم جس سوٹ ویز پر انحصار کرتے تھے وہ بھی غائب ہو گیا۔ اہداف کی روشنی ناممکن نہیں بھی ممکن نہیں۔ طالبان انساپر ریکٹر اور دیسی ساخت کے بھوں کی مدد سے حلے کرتے رہے جبکہ ہم ایک طرف تو فضائی کارروائیوں کے ذریعے ملنے والی امداد سے محروم ہو گئے اور دوسری طرف یزد گاہ مذیع اسلو بھی ہم سے چھین لیا گیا۔ ہیلی کا پڑہ نہ ہونے کے باعث ہم اپنے اڈوں میں موجود فوجیوں کو سپاہی جاری نہیں رکھ سکتے تھے اس لیے سپاہیوں کے پاس اخناساں ہوتا ہی نہیں تھا کہ لڑائی جاری رکھ سکیں۔ طالبان نے ہمارے اڈوں پر قبضہ کیا اور کہیں کہیں تو پورے یونٹس نے تھیار ڈالے۔

امریکی اور اتحادی فوجیوں اور سفارت کاروں کے تیز رفتار انخلاء سے معاملات ہر یہ مگر گئے۔ اس حوالے سے زمینی حالات اور زمینی تحقیقوں کو سکر نظر انداز کر دیا گیا۔ طالبان کو امریکیوں کی طرف سے ایک واضح حقیقتی تاریخ مل جیئی تھی اور اس عبوری مدت کے دوران وہ جو کچھ بھی کرتے اس کے حوالے سے کسی فوجی کا رواں کا کوئی خطرہ نہ تھا۔ طالبان کو یہ بھی انداز تھا کہ امریکا کی اخال فوجی کا رواں یوں کے حوالے سے زیادہ پوزیشن نہیں۔ یوں طالبان کی پیش قدمی جاری رہی۔ جو لاٹی کے دوران اور اگست کے پہلے یونٹس میں میرے یونٹ نے صوبہ بامد میں یومیہ سات کار بم دھماکوں کا سامنا کیا مگر پھر بھی ڈالے رہے، میدان نہیں چھوڑا۔

تاباہی اور ناکامی کے تیسرے سبب کو میں کسی بھی طور نظر انداز نہیں کر سکتی۔ اشرف غنی حکومت اور فوج میں کرپش اس میں حصہ ملعومات کا حصول یعنی بانا اور بے داعنگر انی ممکن بنا کی جسی شامل تھا۔ جدید ترین ہیلی کا پڑوں سے مدد لیتا اور کاگر فضائی حملہ کرنا بھی سکھایا گیا تھا۔ جب ہماری فضائی امداد ختم کر دی گئی اور گولا بارود بھی ختم ہوتا گیا تو طالبان پر ہماری برتری بھی ختم ہو گئی۔

طالبان سے دوسرے دوسری کی طرف کے دوسرے دوسرے ایجاد

کہیں ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم آخوندک غیر معمولی شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے لاتے رہے۔ دوسرے دوسرے کے دوران ہم نے ۴۰ ہزار سپاہی کوئے ہیں۔ یہ پوری فوج کا کم و بیش فیصد ہے۔ سوال یہ ہے کہ افغان فوج کیوں ناکام ہوئی۔ اس کے جواب کی تین چیزوں میں۔

اول یہ کہ سابق امریکی صدر ڈولڈ ٹرمپ نے فروری ۲۰۲۰ء میں قطر میں طالبان سے جو ڈیل کی اس نے ہماری ناکامی کی راہ ہموار کی۔ اس ڈیل نے خطے میں امریکی مفادات کے خاتمے کی ایک تاریخی متعین کی۔ دوم یہ کہ ہمیں لڑائی جاری رکھنے کے لیے جو کنٹریکٹر لائٹل میکس اور ڈیفسس پورٹ دکار تھی وہ ختم ہو گئی۔ سوم یہ کہ اشرف غنی کی حکومت میں کرپش اس اتحادی فوجی کو اس حقیقت نے میدان میں لڑانے والے سپاہیوں کو نا قابل تاثری حد تک مفلوج کر دیا۔

ٹرمپ اور طالبان کے درمیان ملے پانے والے معاہدے کے نتیجے میں موجودہ حالات کی راہ ہموار ہوئی کیونکہ امریکی اور اتحادی افواج کے لیے باضابطہ لڑائی کی گنجائش ہمارے نام رہ گئی۔ افغان فوج کے لیے امریکا کی طرف سے فضائی امداد کے ضوابط اتوں راست تبدیل ہو گئے اور اس سے طالبان کے حوصلے بڑھ گئے۔ ان کے لیے فتح خاصی آسان ہو گئی۔ اب انہیں صرف امریکیوں اور ان میں کے اتحادیوں کے انخلاء کا انتظار کرنا تھا۔ اس معاہدے سے قبل طالبان نے افغان فوج کے خلاف کوئی بھی قابل ذکر فتح حاصل نہیں کی۔

معاہدے کے بعد؟ ہم یومیہ بیاندہ پر درجنوں سپاہیوں سے محروم ہوئے گئے۔ اس کے باوجود ہم لڑتے رہے۔ جب اپریل میں صدر جوہانیڈن نے اعلان کیا کہ وہ افغانستان سے امریکیوں کے انخلاء کے اس منصوبے کے حق میں ہیں جو ان کے پیش رو ڈولڈ ٹرمپ نے متعین کیا تھا۔ یہ ملے ہو گیا کہ اب سب کچھ زوال اور ناکامی کی طرف جائے گا۔

افغان فوج کو امریکیوں نے تربیت دی تھی۔ امریکی فوج کا ماڈل اپناتے ہوئے ہمیں جو تربیت دی گئی تھی اس میں حصہ ملعومات کا حصول یعنی بانا اور بے داعنگر انی ممکن بنا کی شامل تھا۔ جدید ترین ہیلی کا پڑوں سے مدد لیتا اور کاگر فضائی حملہ کرنا بھی سکھایا گیا تھا۔ جب ہماری فضائی امداد ختم کر دی گئی اور گولا بارود بھی ختم ہوتا گیا تو طالبان پر ہماری برتری بھی ختم ہو گئی۔

طالبان سے دوسرے دوسرے ایجاد

دنیا بھر میں ”نام“ امریکی مداخلت

طاعت مسعود

جو ہماری پریادوں کا حصہ ہیں اور جن کے بارے میں سمجھی جانتے ہیں۔ ان مثالوں سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ جب بھی کوئی قوم وسیع پیارے پر بھرتی کے لیے راست بدلتا چاہتی ہے تو کوئی اور ملک اس کے لیے یہ نہیں کر سکتا خواہ پر پاورہ تو۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب کسی ہمروں طاقت نے مداخلت کی ہے تو کبھی اور ملک اس کے لیے یہ نہیں کر سکتا خواہ پر پاورہ تو۔

کی ہے تب کسی بھی قوم میں ثابت تبدیلوں کا عمل محض موڑنیں ہوں یا ملک مسخ بھی ہوں ہے۔ ہم دیکھے چکے ہیں کہ کیوں اور ایران جیسے ممالک کے معاملات میں یہ ورنی مداخلت سے قیامت کا زیادہ زور انہوں معاملات کی طرف ہزگیا، جس کے نتیجے میں سیاسی اور معاشری ترقی کی رفتار کگی، معاملات مسخ ہو کرہ گے۔ نام میں صدر برشا لاسد نے اس خوف سے کامیکا اور یورپ مل کر ان کے اقتدار کا تختہ نہ پٹھ دیں، عوام پر اپنی گرفت ہزیز مضبوط کریں، جس کے نتیجے میں ان کے خلاف مظالم بڑھ گے۔ پابندیوں کے متاثر ہوئے لوگ امریکا کے خلاف بھی شدید نفرت پرمنی جذبات رکھتے ہیں۔ میں نے اپنے ہاں کسی کو بھی اقتصادی پابندیوں کے لیے حکومت کو مور والام ہٹھراتے نہیں دیکھا۔ بھی امریکا اور یورپ کو اور اسلام ہٹھراتے ہیں۔

یقیناً یہ سب کچھ بیان کرنے کا مقصد یہ تھا نہیں کہ پابندیوں نے کسی بھی کام بھی کیا ہے اور متعلقہ ملک میں عوام کے مفاد میں حکمرانی بہتر جانا ممکن ہوا ہے۔ دی فنا کا نشان ایکشنا سک فورس (فیف) نے گوک پا کستان کو یک طرف طور پر گر لئے تھے اور کھاہے گر خیر اس کے نتیجے میں حکومت کو منی لاغر ہگ کے خلاف اقدامات کرنا پڑے ہیں اور ان اقدامات کے نتیجے میں رہشت گردی کے لیے کی جانے والی فنا کا نشان کے خلاف تحقیقات اور اس عمل میں ملوث افراد کے خلاف کارروائی کی راہ بھی ہموار ہوئی۔

تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ جو جمہوریت پسند اقوام اپنے عوام کی بھروسی کو مدد اور ہمیسہ کری رہی ہیں، وہی آج معاشری اور معاشری ترقی کے حوالے سے دنیا کی قیادت کر رہی ہیں۔ فطری علوم و فنون یعنی عینکا لوچی کے میدان میں بھی یہی اقوام باقی دنیا کی قیادت کا فرضیہ انجام دے رہی ہیں۔ ان اقوام نے اپنے لوگوں کی تعلیم اور صحت کو ہمیشہ بلند ترین ترجیح کا درجہ دیا۔ جیسیں میں گوک جمہوریت نہیں گراس نے اپنے لوگوں کی تعلیم اور صحت کو غیر معمولی اہمیت دی ہے اور اسی کا یہ نتیجہ برآمد ہوا ہے کہ آج وہ ہر شعبے میں مثالی نوجیت کی پیش رفت کے حامل ہیں۔ اپنے یقینوں ماضی اور دوسروں کی کامبایزوں اور ناکامیوں سے سبق سکھتے ہوئے ہم بھی ترقی و مشرف کا مقدار بھی بدلا۔ یہ میں تاریخ کے وہ چند موڑ اور گھمازو

حکومت کو کچھ زیادہ برداشت نہیں کرنا پڑتا اور ساری تباہی اور مشکلات عوام کے لیے ہوتی ہیں۔ پاکستان پر بھی امریکا نے کئی بار پابندیاں عائد کیں مگر حقیقی تجویزی میں حکمران طبقے کے بجائے عوام ہی کو سارا بوجھ برداشت کرنا پڑا ہے۔ اس معاملے کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ عسکری ہم جوئی یا مداخلت کے نتیجے میں پسر پاور کے خلاف جذبات پشتے ہیں اور اس کی طاقت کو جتنی کرنے والے تقدیمیت بھکر پہنچتے ہیں اور آگے بڑھنے کا موقع ملتا ہے، اب چاہے وہ جیلیں ہو یا روس۔ افغانستان میں بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ابھرتا دھکائی دے رہا ہے اور جیلیں ظاہر قائم نہیں۔ اب چاہے کوئی عسکری مہم شروع کی، جسے عرف نام میں ”رہشت گردی“ کے خلاف جگ“ کہا جاتا ہے اور امریکا اپنی عسکری قوت کی بنیاد پر طالبان کو اقتدار کے ایوانوں سے نکال باہر کرنے میں کامیاب رہا۔ امریکا نے دو عشروں کے دوران اپنے اتحادیوں کے ساتھ مل کر افغانستان کی جمہوری دھکائی دینے والی حکومت کو برقرار رکھنے کی خاطر اور جنگجوؤں سے نہردا آزمائونے کے لیے افغان ارمی جدید پرائز، جنگی سازوں سامان سے لیں کرنے اور تربیت کرنے پر غیر معمولی سرمایہ کاری کی۔ حقیقت یہ ہے کہ افغانستان میں قومی فوج معمولی سی بھی مزاحمت کی بغیر پکھل گئی اور صدر اشرف غنی کے فرار ہو جانے سے حکومت کی بساط بھی پڑ گئی۔ طالبان کو دہیں عاقلوں میں بھی اکثریت کی حمایت حاصل ہے۔

متعدد ممالک میں امریکا کی (عسکری) مداخلت کامیابی سے زیادہ ناکامیوں کے لیے یاد رکھی جاتی ہے۔ اپریل ۱۹۴۵ء میں ویتنام سے امریکی فوجیوں کے انخلاء کے مناظر اچ بھی تاریخ کے ایک الیے کے طور پر یادوں کا حصہ ہیں۔ ویتنام میں عسکری مہم جوئی کے نام پر یہے پیارے کی قتل و غارت بھی امریکی فوج کے خلاف مزاحمت کرنے والے دہیت کا نگز کے حوصلے پست کرنے میں ناکام رہی۔ ۱۹۶۰ء کی دہائی کے دوران کیوبانے بھی فیڈل کاسترو اور میگر قائدین کی راہ نہائی میں بھاری تیہت ادا کرنے کے باوجود امریکی برتری کے خلاف مزاحمت جاری رکھی۔ الیہ یہ ہے کہ امریکا نے ایران اور وینیز دیلا جیسے ممالک میں عسکری مداخلت کی یا اقتصادی پابندیوں کے ذریعے نہیں دہنا اور الگ تحمل کرنا چاہا تو وہ اندرونی طور پر ہزیز مختار ہو گئے اور ان ممالک کی قیادت کی گرفت اپنے لوگوں پر ہزیز مضبوط ہو گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکی مداخلت اور جر سے کسی بھی ملک کی قیادت یا نظام

فلسطینیوں سے جرمی کی دیر یمنہ دشمنی

Joseph Massad

جاری رکھے، اور (اسرائیل) حکومت کو میں الاقوامی قانون

سے بالاتر رکھا جائے۔ پاپل فرنٹ برائے آزادی فلسطین نے جرمی صدر کے ریمارکس کو "شرمناک اور مشکرانہ" اور "اسرائیل کو مرید جرام کرنے کی وحشت" تراویڈا۔ یہاں تک فلسطینی اتحادی نے ان ریمارکس کو "میں الاقوامی قوانین سے مقوضہ فلسطین آئے تھے تاکہ اپنی نوآبادی بنائی جائے۔" بیانیت کے چکے ہیں: "اپنی زندگی میں بے شمار عربوں کو قتل کرچکا ہوں اور مجھے کوئی پروانہیں کوئی مجھے کیا کہتا ہے۔"

دورے پر آنے سے پہلے ٹین مارٹ نے اسرائیل کے لیے خیر سگالی کا انتہا اس طرح کیا کہ میں الاقوامی فوجداری عدالت (آئی سی سی) کی جانب سے اسرائیلی حکام کو نوآبادیاتی جگلی جرام پر مقدمے سے بچانے کی خاطر زور دے کر کہا کہ "جرمی حکومت کا موقف یہ ہے کہ میں الاقوامی فوجداری عدالت اس معاملے میں (اسرائیلی حکام کو طلب کرنے کا) کوئی اختیار نہیں رکھتی کیونکہ فلسطینی ریاست ہی موجود نہیں ہے۔" سکدوش اسرائیلی صدر ریوبین ریبان نے اسرائیل کی سلامتی کے حوالے سے عزم اور ان حقیقتات کی تناہت کرنے پر ٹین مارٹ کا شکریہ ادا کیا۔

دوسرا جگل غظیم کے بعد مغربی جرمی کی تمام حکومتوں کی طرح ٹین مارٹ نے بھی فلسطین پر قبضے کی ٹھیک میں یہودی نوآبادیات کی غیر منزول جماعت کی، جس کا سبب وہ احساس ہے جو جرمی کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ ان کا کہنا تھا: "نازی حکومت نے اپنی سیاسی طاقت کو بڑے بڑے پر یہودیوں کے ساتھ بھی کیا تھا جنپر جرمی ماضی کے اس بوجھ کے ساتھ آج بھی شرمندہ ہے۔" یہ بات بالکل واضح ہے کہ یورپی یہودیوں کی نسل کشی کے بارے میں جرمی کا شیر دوسرا جگل غظیم کے بعد جرمی کے سیاسی پگھر میں جاگتا رہا ہے، تاہم نوآبادیاتی نوعیت کے اور جرمی کے دیگر نسل کشی کے اُن جرام کے بارے میں شیر کی یہ بیداری سامنے آتی ہوئی محسوس نہیں ہوتی جو اے۔ ۱۸۷۰ء میں تحدہ جرمی کے دور میں یہ گئے اور وہ جرام بھی کم تھیں۔

ٹین مارٹ فلسطین میں کیا چاہتے تھے؟ درحقیقت، وہ فلسطین کو عیسائی ریاست بنا کیا چاہتے تھے، اور امید کر رہے تھے کہ جگہ مذمت کی انہوں نے کہا کہ ٹین مارٹ نے "قبضے کو تراویک کی۔ این ایف کو لکھا: "غیری رائے میں جے این ایف کا کام بالکل اسی طرح کا ہے جیسا (پرشن) کالونریشن کیش نے پوپسین سے اکٹھا تھا۔ اس کے دورے کے آخر اجات جوئیں پیش کیا (جے این ایف) نے برداشت کیے۔ فلسطین پیش کے دعوؤں بعد روپن نے جے این ایف کو لکھا: "غیری رائے میں جے این ایف کا کام بالکل

کسانوں نے جرمی کالونیوں اور صہیونی یہودی کالونیوں پر حملہ کیا۔ ایک بار پھر، جرمیوں نے ایک جگلی جہاز جیفا کو روانہ کیا۔ جرمی بادشاہ قیصر ولیم نے ۱۸۹۸ء میں فلسطین کا دورہ کیا۔

Colonel Joseph Freiherr von Ellrichshausen نے فلسطین میں قائم جرمی کالونیوں کی ترقی کے لیے ایک سماں بنائے کا فیصلہ کیا اور ان کو قرض دیا۔ اس رقم سے پہلے رکے تھے قافلوں کی آمد نے ۲۰۰۰ ایں صدی کے اوائل میں والہلہ، گلیلی کے بیت المقدس، اور والدیم کی کالونیاں تغیر کیے۔ Wilhelmina ان کے علاوہ تھی۔

پہلی جگل غظیم کے موقع پر فلسطین میں تقریباً ۴۰۰۰ پہلے رکے آمد تھے۔ ۱۹۳۰ء کی دہائی میں ان پیشتر پہلے رکے بھلکی نازی حکومت کی حمایت کی۔ بالآخر جگل تھم ہونے کے بعد انگریزوں اور یہودیوں نے ان کالونیوں پر قبضہ کر لیا اور پہلے رکے کو کالونیاں باہر کیا۔ صھیونی تحریک کے لیے نمونہ

اس سے پہلے ۱۸۷۱ء میں نوآبادیات جرمی اپنے مشرقی صوبوں کو نوآبادیات بنائے پر ٹلا ہوا تھا، جن میں پوش باشندوں کی اکثریت تھی۔ ایک پُر شین (Prussian) کالونریشن کیش بنا لیا گیا۔ جس کا مقصد مغربی پر شیا اور پوپسین جیسے صوبوں کو نوآبادیات بنا کر اور پوش تو قی شناخت کو پکل کر انہیں جرمی سانچے میں ڈالنا تھا۔ ۱۹۱۲ء تک یہ کیش تقریباً ایک لاکھ ۵۵۵ ہزار لوگوں کو سکیزوں کو چھوٹی چھوٹی جرمی کالونیوں میں آباد کرنے میں کامیاب رہا تھا، تاہم پوینڈ کے زمینداروں نے اپنی آباد کاری کی تنظیم قائم کر کے مراحت دکھائی اور جرمی کو کوششوں کو موثر طریقے سے بکست دی۔

پوپسین کو جرمی نوآبادیات بنا ۲۰۰۰ ایں صدی کے اوائل میں فلسطین کو نوآبادی بنائے کی صھیونی کوششوں کے لیے ایک شمونہ بن گئی۔ صھیونی تنظیم کے فلسطینی پیرو کا سربراہ جرمی "زری" زمین پر رہنے والی پوش اکثریت اور بنیادی طور پر شہری علاقوں کی جرمی آبادی کے درمیان مستقل تھیں، دیکھی تھی۔ روپن ۱۸۹۷ء میں فلسطین پہنچا۔ اس کی آمد کا مقصد وہاں یہودی آباد کاری کے امکانات تلاش کرنا تھا۔ اس کے دورے کے آخر اجات جوئیں پیش کیا (جے این ایف) نے برداشت کیے۔ فلسطین پہنچنے کے دعوؤں بعد روپن نے جے این ایف کو لکھا: "غیری رائے میں جے این ایف کا کام بالکل

میں ۱۹۳۵ء میں ایس ایس کے سربراہ رینارڈ ہیڈرخ نے خود ایس ایس کے سرکاری اخبار "Das Schwarze Korps" میں ایک مضمون لکھا جس میں اس نے صہیونیوں کی تعریف کی: "صہیونی اپنے سخت نسلی موقف پر قائم ہیں اور فلسطین نقل مکانی کر کے اپنی یہودی ریاست بنا لئے میں مدد کر رہے ہیں۔۔۔ ہماری نیک خواہشات کے ساتھ ساتھ ہماری سرکاری حیثیت (official good) ان کے ساتھ چاہئے گی"۔

قابل قدر خدمت

صہیونی ملیشیا یگانا (Haganah) کے انجمن فول پوکس کو ۱۹۳۶ء میں برلن روانہ کیا گیا تھا، اس نے وان ملڈن شائن کے سر پرست ایڈولف اٹنخین کے ساتھ بطورہ اکارنی شراکت داری کی تھی۔ پوکس نے ۱۹۳۴ء اور ۱۹۳۵ء کے درمیان جرمی سے موزر پتوں اور کولہ بارود ملنے پر اخشن کا شکریہ ادا کیا۔ اس اسلئے نے ۱۹۳۶ء میں صہیونی ملیشیا کی اس وقت "قابل قدر خدمت" کی، جب فلسطینیوں نے یہودیوں کی نوآبادی کے خلاف تحریک پلاٹی اور یہ لسلی فلسطینیوں کو قتل کرنے میں کام آیا۔ صہیونیوں نے ایس ایس کے اخشن میں اور ہر برٹنگن کو فلسطین میں اپنی کالوںیاں دکھانے کے لیے مدعو کیا۔ وہ صحافیوں کے بھیس میں اکتوبر ۱۹۳۷ء میں وہاں آئے۔ ان کی آمد پر پوکس ائمیں ماؤنٹ کارمل لے گیا اور ایک kibbutz کا دورہ کرایا (یہ kibbutz محدود و آبادی والا یہودیوں کا مخصوص قبضہ ہوتا ہے جس کی معیشت امدادی ہے) کے اصول پر زراعت اور صنعت سے چلانی جاتی ہے۔ اخشن میں کئی دہائیوں بعد، دوسری جنگ عظیم کے بعد جب ارجنائی میں روپوش تھا تو یہاں تھا کہ وہ یہودی آباد کاروں کی اُس محنت سے بہت متاثر ہوا تھا جو وہ اپنی زمین پر کالوںیوں کی تعمیر کے سلسلے میں کر رہے تھے۔ یہودی کالوںیوں کے اس دورے کے بعد اس نے کہا کہ "اگر میں یہودی ہوتا تو میں سب سے زیادہ پر جوش صہیونی ہوتا"۔

فلسطین جانے والے تقریباً ۵۰ لاکھ ہر چون یہودیوں میں سے لگ بھگ ۵۰ ہزار ۱۹۳۶ء اور ۱۹۳۹ء کے درمیان وہاں گئے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد مغربی جرمی کے قیام کے بعد، ہر حکومت نے (اور ۱۹۹۰ء میں دوبارہ تحد ہونے کے بعد) ہر حکومت کی تحریف میں شائع ہونے والے نازی

۱۹۲۶ء میں لیگ آف نیشنز میں شمولیت کے بعد فلسطین میں یورپی یہودی نوآبادیات کی ایک غالی جامی بن گئی۔ نازیوں کی آمد اور اقتدار سے بھی ایشیا اور افریقا میں اپنی نوآبادیاں بنانے کے جرمن عزم میں کوئی فرق نہیں پڑا، اگرچہ نازیوں نے بنیادی طور پر مشرقی یورپ کو نشانہ بنا لیا۔ نازیوں کی یہودوں میں پالیسیاں جو ۱۹۳۰ء کی دہائی میں جاری رہیں، درحقیقت فلسطین پر صہیونی نوآبادیات کی رفتار بڑھانے میں معاون ثابت ہوئیں۔ ۱۹۳۳ء میں نازی حکومت کے پہلے چند ہیئت کے دوران ہی صہیونی تحریک نے نازیوں کے ساتھ ایک معاهدے پر دستخط کیے تاکہ جرمی چھوڑ جانے والے یہودیوں کی رقم قومات فلسطین منتظر کی جائیں، یہ معاهدہ ۱۹۳۹ء تک نافذ رہا۔

اس معاهدے نے ۱۹۳۹ء تک جرمن یہودیوں کے تقریباً ۴۸ ملین ڈالر فلسطین کو منتظر کرنے میں سہولت دی، یہ صہیونی تحریک کے لیے کافی رقم تھی۔ صہیونی تحریک نے یہ قوم فلسطین میں ہر یہودی نوآبادی بنانے اور مقامی لوگوں کو بدل کرنے کے لیے استعمال کی۔ درحقیقت ۱۹۳۳ء سے تقریباً ۱۹۳۹ء تک فلسطین میں لگائے گئے تمام سرمائے کا ۲۰ فیصد اسی معاهدے کے نتیجے میں آیا۔

لیگ آف نیشنز میں جرمی کے نمائندے نے اکتوبر ۱۹۳۶ء میں اراکین کو یقین دلایا کہ حکومت "یہودیوں کی جرمی سے فلسطین نقل مکانی کو یقین بنا نے کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔۔۔ کچھ دن بعد نازی جرمی لیگ آف نیشنز سے نکل گئی۔ یہ وہم میں جرمی کے قفصل جزیل ہیز ولف نے ان کو شہوں میں تھاون کیا۔ انہوں نے ۱۹۳۲ء کے موسم گرامی میں جرمی مشینری خریز نے کی خاطر بھیجا کی یہودی کالوںی کے لیے ایک لائل فلسطینی پوٹر کا قرض حاصل کیا۔

ایس ایس کی جرمی خنیسروس کے یہودی شعبے کے سربراہ کی حیثیت سے، یہودی وان ملڈن شائن پاک صہیونی تھا۔ وہ ۱۹۳۶ء کی دہائی میں فلسطین کے چھ ماہ کے دورے سے لوٹ کر آیا تھا اور یہودی نوآبادکاروں کی استعماریت کی تعریفیں کرتا تھا۔ اس نے جوزف گولڈکی نگرانی میں شائع ہونے والے نازی پارٹی کے پروپیگنڈا اخبار "Der Angriff" (جس کا مطلب "حملہ ہے) میں قطلوں کی ایک رپورٹ یہودی کالوںیوں کی تحریف میں شائع کی: "اس زمین نے ایک دہائی میں (یہودیوں کی) اصلاح کر دی ہے۔۔۔ یہ نیا یہودی ایک نئی قوم مشرقی جرمی کے اس دور کے جب وہاں روس کے نزد اڑا کیا۔

اوپر اور بی پر شیا میں کیا۔ جب بھی غیر یہودیوں (یعنی عربوں) کی طرف سے زمین فروخت کے لیے پیش کی جائے گی جے این ایف اُسے خرید لے گا اور پھر اُسے خرزوی یا کی طور پر یہودیوں کو فروخت کے لیے پیش کرے گا۔

روپن نے ۱۹۰۸ء میں فلسطین لینڈ ڈولپمنٹ سپنی (پی ایل ڈی اس) بنائی، جس کا کام اس کی تاسیسی و تداویز کے مطابق یہ قرار پایا کہ پوسٹن کو جرمن نوآبادی بنا نے میں جو طریقہ استعمال ہوئے ان طریقوں کو اپنالا جائے گا۔ صہیونی رہنماءوٹ وار برگ نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ پی ایل ڈی اس نے "یہ طریقہ اور یہ تجربات (اس لیے) تجویز نہیں کیے کہ ان کی نوعیت نامعلوم ہے (یعنی یہ طریقوں کے ناکام ہونے کا خدشہ موجود ہے)۔ ہم اس کے بجائے پر شیا کی نوآبادی کا طریقہ اپناتے ہیں کیونکہ کالونا زریش کمیش گزمشہ دس سال سے ان پر عمل بیڑا ہے۔ وار برگ خود پر شیا کالونا زریش کمیش کارکن رہا اور ۱۹۱۱ء سے ۱۹۲۱ء تک زینہ اوکا صدر رہا۔

دریں اخنا، جرمی آباد کاروں کی نوآبادیات اور قتل عام کے ذریعے نسل کشی خاص طور پر نہیں اور تانگیا کیا میں تیزی سے جاری رہی۔ تانگیا کیا میں ۱۸۹۱ء اور ۱۸۹۸ء کے درمیان جرمیوں نے ڈیڑھ لاکھوں تو قتل کیا گیا جوآن کی آبادی بناتا ہے، جبکہ اور ہزار نما باشندوں تو قتل کیا گیا جوآن کی آبادی کا ۳۵۰ سے ۵۰۰ فیصد بنتا ہے۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد پولینڈ میں، اور افریقا اور جنوبی بھر کا مل میں جرمی آباد کاروں کی کالوںیوں کے ہاتھ سے نکل کے بعد جمہوریہ ویر (Weimar Republic) نے لیگ آف نیشنز میں کوشش کی کہ ان علاقوں پر جرمی اقتدار بحال کیا جائے لیکن ناکام رہی۔

فلسطینیوں کی بے غلی

فلسطین کی یہودی نوآبادیات کے بارے میں ویر حکومت کی پالیسی ابتداء ہی سے واضح تھی۔ اگرچہ جرمی یہودیوں کی اکثریت نے صہیونیت کی مخالفت کی (۱۸۹۷ء اور ۱۹۳۳ء کے درمیان فلسطین چانے والے جرمی یہودی نوآبادکاروں کی تعداد ۲۰۰۰ سے زیادہ تھی، اگر میں بھی اکثریت اُن روی یہودی تارکین وطن کی تھی جو جرمی آئے تھے) تاہم ویر جمہوریہ نے اعلان بالغور کی فوری جماعت کر دی، اور

بھر کا مل میں جرمی آباد کاروں کی کالوںیوں کے ہاتھ سے نکل کے بعد جمہوریہ ویر (Weimar Republic) نے لیگ آف نیشنز میں کوشش کی کہ ان علاقوں پر جرمی اقتدار بحال کیا جائے لیکن ناکام رہی۔

فلسطین کی یہودی نوآبادیات کے بارے میں ویر حکومت کی پالیسی ابتداء ہی سے واضح تھی۔ اگرچہ جرمی یہودیوں کی اکثریت نے صہیونیت کی مخالفت کی (۱۸۹۷ء اور ۱۹۳۳ء کے درمیان فلسطین چانے والے جرمی یہودی نوآبادکاروں کی تعداد ۲۰۰۰ سے زیادہ تھی، اگر میں بھی اکثریت اُن روی یہودی تارکین وطن کی تھی جو جرمی آئے تھے) تاہم ویر جمہوریہ نے اعلان بالغور کی فوری جماعت کر دی، اور

اور ان پر الزام لگایا کہ انہوں نے میونچ ٹھلے میں معافت کی تھی، حالانکہ انہوں نے نہیں کی تھی۔

تو تھدہ جرمی کی ۱۹۹۰ء کے بعد سے فلسطینیوں کے ساتھ دشمنی مسلسل جاری ہے۔ تم طریقی یہ ہے کہ اسرائیل آباد کاروں کی استعمالیت کی حمایت میں شین ماڑ کے تبرے سے چند ہی روز پہلے جرمی نے نیبیا میں نوآبادیاتی دور کی اپنی نسل کشی کا آخر کا اعتراض کیا تھا۔

جرمی دنیا بھر میں آباد کاروں کی نوآبادیات کے لیے جو بھر پور حمایت کرتا ہے اس کے قوش نظر کا جا سکتا ہے کہ اسرائیل اور صہیونی آباد کاروں کے لیے، اور بھیت جیسے عربوں کے خریز قائل کے لیے جرمی کی دیرینہ پشت پناہی نہ صرف نازی ہرمنوں کے ہاتھوں نسل کشی پر اس کا اعتراض جرم ہے، بلکہ اس سے دنیا بھر میں غیر سفید فام نوآبادیاتی عوام (مثال کے طور پر فلسطینیوں) کے ہارے میں جرمی کی نوآبادیاتی نسل پرست سوچ کا بھی پتا چلتا ہے۔ جہاں تک جرمی کا تعلق ہے، اس کی نظر میں ان غیر سفید فام باشدوں کی سفید فام آباد کاروں کے مظاہر کی کوئی اہمیت نہیں۔

"Germany: An enduring enemy of the Palestinian struggle".
(middleeasteye.net). July 16, 2021)

زور دے کر کہا تھا کہ "وفاقی جمہوری (جرمی) کو منو یہ حق پہنچتا ہے اور نہیں یا اس کی فسداری ہے فلسطینی پناہ گزینوں کے بارے میں کوئی موقف اپنائے۔"

یہ غفلت اور لاپرواٹی اُن اربوں ڈالر کے علاوہ ہے جو جرمی اسرائیل حکومت کو ہولوکاست کے ازالے کے طور پر ادا کر چکا ہے۔ ظاہر تو اسرائیل اور صہیونیت نازی ازم کا شکار ہوئے تھے، جب کہ درحقیقت ہولوکاست میں مارے جانے والے وہ یورپی یورپوی تھے جنہوں نے یورپ سے لفظ مکانی کر کے فلسطینیوں میں آباد اپنی کالوینوں میں جانے سے انکار کر دیا تھا، چنانچہ وہ نازیوں کا ہدف بن گئے۔

۱۹۷۰ء کی دہائی کے اوپر سے ہماری جرمی کی حکومتوں نے صہیونی استعمال کے خلاف فلسطینی رہاثت کو "حرمہ نامہ" اور "روشنست گردی" قرار دے رکھا ہے۔ جرمی میں فلسطینیوں سے انکھاں بیکھنی کرنے والی نیزیوں بشوں فلسطینی طلبہ کی جزل یوین پر پابندی عائد ہے۔

۱۹۷۲ء کے میونچ اپیکس میں اسرائیلی کھلاڑیوں کے قتل کے واقعے کے بعد ہماری جرمی نے اپنا نسل پرستانہ "امیلین قانون" لاگو کرتے ہوئے "ایک صریح جمود" کی بنیاد پر فلسطینی مژدوووں اور طلبہ کو یہی پیمانے پر ملک بدر کیا ہے۔

ہم خیال عنصر کے خلاف روشنست گردی فلم کرنے کے نام پر جو بھی اخاذ کر دیا ہے۔ افغانستان کے جو لوگ دو عشروں سے امریکا کے لیے کام کرتے رہے ہیں انہیں طالبان سے شدید خطرات عسکری بوجہ نیٹو اتحادیوں نے برداشت کیا۔ اب صورت حال لائق ہیں۔ ان لوگوں کو امریکا بالا کر بسانے کی فسداری بھی امریکا کی انتظامی مشینری کو اٹھانا پڑ رہی ہے۔ افغان مترجمین اور دیگر ہمہ اپنے بدل بھلی ہیں۔ اس کا بوجہ اخلاقی سے امریکا میں عارض طور پر سہولت کاروں کو ان کے اہل خانہ سیست امریکا میں اخلاقی مذہبی اٹھانے رہیں۔ اس کا بوجہ اخلاقی سے امریکا میں انتظامی مشینری کے لیے مشکلات بڑی ہیں۔ یہ بوجہ چھٹا موٹا نہیں۔

افغانستان میں اپنا مشین جاری رکھتا ہے تو تمام اخراجات بھی اُسی یہ سوچنا بھی محض خام خیالی کا مظہر ہے کہ افغانستان سے کو برداشت کرنا ہوں گے اور سفارتی بوجہ بھی خود ہی اخانا پڑے فوجوں کو کمال یعنی کی صورت میں امریکا پر سے مالی بوجہ کم ہو گا۔ نیٹو اتحادی اس کا بوجہ اخلاقی کے لیے تیار نہیں۔

ماہرین اور تجزیہ کاروں کا ایک طبقہ یہ بھی کہتا ہے کہ امریکی قیادت کے عزم اخراجات کے حوالے سے پیچہہ تصورت افغانستان سے نکلنے کی صورت میں امریکا کو جیتنے کے خلاف کوئی حال کو برقرار رکھنے کا سبب ہن رہے ہیں اور بنتے رہیں گے۔ اگر افغانستان پر جملی ہے، شدید مخفی تباہ بھگتا ہوں گے۔ ان کی بیانی مدد تو کیا جائی ہے تو امریکی فوجوں کو دیکھ لیا جائے کہ امریکی اونوں اخوان افغانستان سے اس حالت میں باہر کیں نہ کہیں تو بناہی پڑے گا۔ اب چاہے یہ کام افغانستان کل رہی ہیں کہ وہاں کچھ بھی درست نہیں۔ طالبان کو کچھ کے میں ہو یا پھر قطر میں یا نیکس میں۔ افغانستان سے فوجی اخلاقی ایام پر وہاں روشنست گردی کے خلاف جنگ کے نزدیک عزوان جو کچھ مکمل کر لینے پر بھی امریکا کے دفاعی اخراجات میں کمی واقع ہوتی کیا گیا اُس کے نتیجے میں طالبان فلم تو کیا ہوتے، مزید بھر کر دھائی نہیں دے رہی۔

(ترجمہ: محمد ابیم خان)

"How the Afghanistan withdrawal costs the U.S. with China". ("theatlantic.com". July 4, 2021)

سو شکست حکومت تھی۔ مغربی جرمی دوسری جنگ عظیم کے بعد صہیونیت اور اسرائیل کے ساتھ اپنے اتحاد کا جواز بھجتا ہے کہ یہ اُس نسل کشی کا ازالہ ہے جو نازی حکومت نے جرمن عوام سے ملنے والی حمایت کے مل پر انجام دی تھی، اور بھی جنہے شین ماڑ کے اقدام میں کار فرمائے۔

مغربی جرمی نے اسرائیل کو ۲۰۰۵ء اور ۲۰۱۰ء کی دہائی میں ٹینکوں سیست بڑی اقتصادی اور فوجی امداد فراہم کی، جسے اسرائیل نے فلسطینیوں اور دیگر عربوں کو قتل کرنے کے لیے استعمال کیا۔ ۱۹۷۰ء کی دہائی سے اب تک، جرمیوں نے اسرائیل کو تیار اٹھی جبکہ آبوزیں بھی فراہم کر دے آبوزیں کو ایسا میں، اسرائیل نے جرمی کی فراہم کر دے آبوزیں کو ایسا میں جانے سے اکارکر دیا تھا، چنانچہ وہ نازیوں کا ہدف بن گئے۔

جاری دشمنی ۲۰۱۲ء میں اسرائیل کے وزیر دفاع ایہود بارک نے جرمیں اخبار ڈی ایچ میگل سے کہا کہ جرمیوں کو "فخر" ہونا چاہیے کہ انہوں نے اسرائیل کی ریاست کا وجود "کسی سال تک" محفوظ رکھا ہے۔ ۱۹۹۰ء کے بعد والانو تھدہ جرمی فلسطینیوں کی بے خلی میں اس سے زیادہ مد و گار ہے جتنا وہ ۱۹۷۰ء کی دہائی میں تھا۔ تب مغربی جرمی کے چانسلر کو نارہ اڑیاوار نے

بیت المقدس کے پڑوس پر مرکوز طیارے مختصر کرے اور امریکی طیارہ بردار چہاز کو پاکستان کے ساحلوں سے نزدیک رکھنا بھی امریکا کے لیے لازم ہو گا۔ اطلاعات ہیں کہ امریکی طیارہ بردار چہاز پو ایس ایس روئال ریگن بھیرہ جنوبی ہیمن سے نکل کر پاکستان کی طرف جا رہا ہے۔

افغانستان سے عسکری اخلاق کے بعد بھی امریکی قیادت افغانستان کا میدان خالی نہیں چھوڑا جاہتی۔ حقیقت یہ ہے کہ وہاں سے نکلنے کے بعد امریکا کے دفاعی اخراجات بڑھ جائیں گے اور خلیج مالک میں اپنے اڈوں سے افغان میشن جاری رکھنا دشوار ہو گا۔ اس کے لیے زیادہ وہاں مختصر کرنا ہوں گے۔

امریکا کے لیے ایک بڑا مسئلہ یہ بھی ہے کہ اس کے اتحادیوں کی واضح اکثریت افغانستان پر فضائی جملوں سے دور رہنا چاہتی ہے۔ افغانستان میں بیرونی فوجی موجودگی میں غالب حصہ امریکا کا ہے۔ نیٹو اتحادیوں کی واضح اکثریت افغانستان سے عسکری اخلاق مکمل کریکی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر امریکی قیادت افغانستان میں طالبان کو کمزور کرنے کے لیے فضائی حملے جاری رکھتا چاہتی ہے تو اسے کم و بیش تمام اخراجات خود میں برداشت کرنا ہوں گے اور سفارت کاری کے محاور بھی اتحادیوں کی حمایت حاصل نہ ہے گی۔ امریکا نے افغانستان میں طالبان اور ان کے

افغانستان: بھارت اور ایران کے لیے امکانات

ایران اور طالبان کے درمیان ہم آہنگی دکھائی دی ہے اور دونوں نے بات چیت بھی کی ہے مگر اس کے باوجود شیعہ اکثریت والے ایران میں یہ خدش پالیا جاتا ہے کہ طالبان اپنے ہم خیال گروپ تشكیل دیں گے، جو افغان سر زمین سے ایران پر حملوں کے لیے استعمال ہو سکتے ہیں۔ تہران کو افغانستان میں شیعہ اقیت کی مشکلات کے حوالے سے فکر لاحق ہے اور دونوں ممالک کے درمیان ۲۷۵ میل کی سرحد سے نشیات کی اسٹنگ بھی بڑھ سکتی ہے۔ افغانستان میں اپنی پوزیشن بہتر بنانے کے لیے بھارت کو فی الحال ایران سے اچھا شراکت دار نہیں مل سکتا، گو کہ اس معاملے میں بھی چند ایک مشکلات درپیش ہیں، چند نئے چیزوں کا سامنا ہے۔

بھارت کے لیے ایک بڑا مسئلہ بھرنی ہے کا بھی ہے۔ افغانستان سے بھارت کی سرحد ملتی نہیں۔ پاکستان نے بھارت کو افغانستان تک زمینی رسانی دینے میں بھی وضیقی کا انہما نہیں کیا۔ افغانستان اور وسط ایشیا کی مارکیٹ اور معدنی وسائل تک رسانی کے لیے بھارت کو اب تک ایران پر محصر رہنا پڑا ہے۔ اس تعلق کو ضبط تر بنانے کے لیے نئی وطی اور تہران نے جنوب مشرقی ایران میں چاہبہار کی بند رگاہ پر مل کر کام کیا ہے۔ بھارت نے چاہبہار کو افغانستان تک رسانی کے مقابل راستے کے طور پر تقویت سے ہم کنار کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے تاکہ فلکی سے گھرے ہوئے افغانستان کا پاکستان کی بند رگاہوں پر انصار رکھئے۔ چاہبہار کی اسٹریچ میں بھر بھی اس کی ترقی کی رفتار خاصی سست رہی ہے۔ نئی وطی کا کہنا ہے کہ تاخیر ایران کی طرف سے ہوئی ہے جبکہ امریکا کی طرف سے پابندیوں کی وجہ کی نے بھی اس معاملے میں بھارت کو ٹریک سے اتارنے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ چاہبہار کی بند رگاہ کو پابندیوں سے باخاطب طور پر مشتمل قرار دیے جانے پر بھی بھارت کو ایران سے سابق امریکی صدر و ملٹری ڈپ میں اختصت کے باعث تشویش ہی لاحق رہی۔ چاہبہار کی بند رگاہ کو کامیاب بنانے کے لیے بھارت کو بہت سچ کرنا تھا مگر وہ اب تک صرف ۵۰ کروڑ ڈالر فراہم کر سکا ہے جبکہ بھی سرمایہ کاروں کو بھی اس طرف مل کرنے کی کوششیں بھوئی طور پر کام رونی ہیں۔

افغانستان کے ایوان افغان ارمن طالبان کی آمد سے، جیسا کہ سبر ائمہ بے شکر کہنا ہے، وسط ایشیا کی سند ریک رسانی کے حوالے سے چاہبہار کی بند رگاہ کا کردار اور وسط ایشیا کے لیے گیٹ وے کی حیثیت سے افغانستان کا مقام کچھ مدت کے لیے گھنایا ہے۔ سقوط کا مل سے قبل طالبان ایران سے متعلق بہت

تصویر ابھرے۔ اس دوران وہ ہم خیال ممالک سے افغانستان کی صورت حال پر زیادہ سے زیادہ مشاورت کر سکتا ہے اور امکانات پر غور بھی کر سکتا ہے۔

نئی وطی اس پوزیشن میں بالکل نہیں کہ افغانستان میں اپنے طور پر کچھ ایسا کرے کہ زمینی حقیقتیں اس کے حق میں تبدیل ہوں۔ ایسے میں اُسے ہم خیال ممالک کی طرف سے جماعت اور تعاون درکار ہو گا۔ پاکستان اور چین کے ساتھ مل کر کام کیا ہی نہیں جاسکتا اور کام کرنا تو درکار اس حوالے سے تو سوچا بھی

نہیں جاسکتا۔ امریکا اور اس کے نیو ایجاد پول کے ساتھ مل کر کچھ کرنے کا بھی امکان نہیں کیونکہ تو خود پہپاہی اختیار کر رہے ہیں۔ روس ایک طویل مدت تک بھارت کا حامی اور پاٹریز رہا ہے۔ بھارت اس کے ساتھ بھی مل کر کام کرنا چاہے گا مگر مندرجہ یہ ہے کہ اس وقت روس چاہتا ہے کہ افغانستان میں اپنی پوزیشن مضبوط کرنے کے لیے پاکستان کے ساتھ مل کر کام دیتا ہے۔ ایک ماہ سے کم مدت میں سبر ائمہ کا یہ تہران کا دوسرا دورہ تھا۔ اس دوران انہوں نے ایرانی ہم منصب جواہریف سے ٹیلی فون پر ابتدی بھی برقرار رکھا۔

بھارتی وزیر خاجہ کے دورہ تہران کے دوران دونوں

ممالک کے درمیان جو بات چیت ہوئی اُس میں دو طرفہ تعلقات بہتر بنانے اور اشتراکی عمل کا دائرہ وسیع کرنے کے علاوہ، افغانستان کی صورت حال بھی نمایاں رہی۔ افغانستان میں محلات تیزی سے کچھ کے کچھ ہوتے چاہے ہیں۔

سبر ائمہ بے شکر کے دورہ تہران کے موقع پر افغانستان میں طالبان کی فتوحات بڑھتی جا رہی تھیں اور وہ دار الحکومت کا مل کی طرف تیزی سے پیش رفت ممکن بنا رہے تھے۔ اب تک یہ

واعظ نہیں کہ افغانستان میں کس نوعیت کی حکومت قائم ہو گی۔

طالبان اپنے پہلے دور کی طرح سخت گیر رویے کے ساتھ ہی

حکومت کریں گے یا پھر تمام اسٹیک، ہولڈرز کو اعتماد میں لے کر

وسیع الیاد تو قومی حکومت قائم کی جائے گی؟

جو کچھ افغانستان میں ہو رہا ہے اس کی روشنی میں تو بھارت سمیت تمام ہی ممالک افغانستان سے اپنے تعلقات کے بارے میں نئے برسے سے سوچنے پر مجبور ہوں گے۔

Aryaman Bhatnagar

ایران کے صدر ایرانیم رئیسی نے گر شادہ بھارتی وزیر خاجہ سبر ائمہ بے شکر سے ملاقات کے دوران اس عزم کا اطمینان کیا تھا کہ ایران اور بھارت مل کر خطے میں عمومی طور پر اور افغانستان میں خصوصی طور پر اس و استحکام لینی بنانے کے لیے کام کریں گے۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ تہران افغانستان میں اُن کے قیام کے حوالے سے نئی وطی کی کوششوں کی جماعت کرتا ہے۔

بھارت کے وزیر خاجہ ۵ ماگسٹر کو دو روزہ دورے پر تہران گئے جہاں انہوں نے ایران کے نئے صدر کی تقدیر میں ٹھنڈے ہیں۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بھارت اب بھی خطے میں اپنی پوزیشن محفوظ کرنے کے حوالے سے اپنے ساتھ مل کر کام کرنے کو غیر معمولی اہمیت دیتا ہے۔ ایک ماہ سے کم مدت میں سبر ائمہ کا یہ تہران کا دوسرا دورہ تھا۔ اس دوران انہوں نے ایرانی ہم منصب جواہریف سے ٹیلی فون پر ابتدی بھی برقرار رکھا۔

بھارتی وزیر خاجہ کے دورہ تہران کے دوران دونوں

ممالک کے درمیان جو بات چیت ہوئی اُس میں دو طرفہ تعلقات بہتر بنانے اور اشتراکی عمل کا دائرہ وسیع کرنے کے علاوہ، افغانستان کی صورت حال بھی نمایاں رہی۔ افغانستان میں

محلات تیزی سے کچھ کے کچھ ہوتے چاہے ہیں۔

سبر ائمہ بے شکر کے دورہ تہران کے موقع پر افغانستان میں طالبان کی فتوحات بڑھتی جا رہی تھیں اور وہ دار الحکومت کا مل

کی طرف تیزی سے پیش رفت ممکن بنا رہے تھے۔ اب تک یہ

واعظ نہیں کہ افغانستان میں کس نوعیت کی حکومت قائم ہو گی۔

طالبان اپنے پہلے دور کی طرح سخت گیر رویے کے ساتھ ہی

حکومت کریں گے یا پھر تمام اسٹیک، ہولڈرز کو اعتماد میں لے کر

وسیع الیاد تو قومی حکومت قائم کی جائے گی؟

جو کچھ افغانستان میں ہو رہا ہے اس کی روشنی میں تو

بھارت سمیت تمام ہی ممالک افغانستان سے اپنے تعلقات

کے بارے میں نئے برسے سے سوچنے پر مجبور ہوں گے۔

بھارت کے پاس آپنے بہت محدود ہیں۔ وہ چاہے تو ایک طرف بہت کراس بات کا انتظار کر سکتا ہے کہ افغانستان میں

معاملات واضح ہوں اور مستقبل کے حوالے سے کوئی روشن

سے اقتصادی پابندیوں کے نفاذ کا خطرہ ہے۔ بھارت کو بارہا ایران سے اپنے تعلقات مخفی امریکی دباؤ پر محدود کرنا پڑے ہیں۔ معاملات کو ضریب چینہ بنانے والی حقیقت یہ ہیں کہ ایران نے حال ہی میں بھارت کے لفڑی حرف چین کے ساتھ اسٹریٹجیک معاملات میں تعاون اور اشتراک عمل کا ۲۵ سالہ معاهدہ کیا ہے، جبکہ بھارت نے ایران کے روایتی حربیوں اسرائیل، سعودی عرب اور تحدہ عرب امارات سے دوستی اور اشتراک عمل کی پیشگوئی پڑھائی ہیں۔ بھارت اور ایران کو ترتیب لانے میں اگر کوئی ملک لیکی کروار ادا کر سکتا ہے تو وہ افغانستان ہے۔ اور ایسا لگتا ہے کہ ایران اور بھارت نے بھی طے کر لیا ہے کہ تعلقات بہتر بنانے کا یہ آپشن عدمگی سے بروئے کارلا میں گے۔ یہ بات پہنچ پورے یقین سے نہیں کی جاسکتی کہ اس آپشن کو بروئے کار لانے کا نتیجہ کس حد تک دنوں ممالک کے حق میں ہوگا۔ (ترجمہ: امیر احمد خان)

"India and Iran will have their hands full on Afghanistan".
(worldpoliticsreview.com". Aug. 16, 2021)



بقیہ: ایرانی جوہری پروگرام

رپورٹ میں بتایا تھا کہ دوسال کے دوران شام کے ساحلوں کی طرف بڑھنے والے ایرانی جہازوں پر ایک درجن سے زائد حملے کیے گئے ہیں۔ ایران نے بھی اسرائیل کی ملکیت والے یا اس کی طرف جانے والے مال بردار جہازوں کو نہیں بخشد۔ گزشتہ ماہ "مرسر اسٹریٹ" نامی جہاز پر ایران کے محلے میں عملے کے دو افراد ہلاک ہوئے تھے۔ واضح رہے کہ ایران کے جوہری پروگرام کے حوالے سے اسریکا اور پورپی اور ایشیائی طاقتوں کے ایرانی حکومت سے مذاکرات کے نتیجے میں ۲۰۱۵ء میں ایک وسیع الیاد و معاهدہ طے پایا تھا، جس کا بنیادی مقصد ایران کو جوہری تھیا رہوں کی تیاری سے باز کرنا تھا۔

حالات و واقعات اس امریکی نشانہ ہی کر رہے ہیں کہ امریکا نے شرقی وسطیٰ میں ضریب عدم استحکام پیدا کرنے کی تیاری کر لی ہے۔ جنوبی ایشیا کو افغانستان کی صورت حال میں الجھاد یا گیا ہے اور مشرقی وسطیٰ کو ایک بار بھر ایران کے جوہری پروگرام کی دلدوں میں دھنسانے کی ابتدا کی جا رہی ہے۔ اس حوالے سے خط کی قیادتوں کو ہوش کے ناخن لیتے ہوئے ایسا لائن عمل اختیار کرنا چاہیے کہ معاملات قابو میں رہیں اور عدم استحکام پیدا کرنے کی امریکی و اسرائیلی کوششیں ناکامی سے دوچار ہوں۔



بات چیت کا دروازہ کھلار کھا جائے۔ ویسے طالبان سے روابط رکھنے کے معاملے میں بھارت نظرے کے تمام ممالک سے زیادہ پچھا جہت کا شکار رہا ہے۔ ایسے میں طالبان کی حکومت تسلیم کرنے کے بارے میں تو کچھ کہا ہی نہیں جاسکتا۔ ویسے طالبان سے روابط اب تک زیادہ بار آور غالبہ طالبان کے کنٹرول میں ہیں۔ یہ بات ایران اور بھارت دونوں کے لیے انتہا پر پیشان کن ہے کیونکہ یہ شہر چاہ بھارکی بندرگاہ کے روٹ پر واقع ہے اور اس کی تجارتی اہمیت غیر معمولی ہے۔ بھارت نے راجح سے شامل نفوذیں دلالات تک شاہراہ تھیر کی ہے، جو ایران اور افغانستان کی سرحد کو قدر ہر ہر اسٹریٹ شاہراہ سے جوڑتی ہے اور وہاں سے افغانستان کے دوسرے بڑے شہری مرکز تک رسانی آسان ہو جاتی ہے۔ بھارت کو یہ تشویش بھی لا حق ہے کہ افغانستان میں طالبان کے خلاف مراجحت کرنے والے افغانوں کی مدد کے لیے آگے بڑھے۔ اس کے باوجود غالب امکان اس بات کا ہے کہ کمپنی کے بر عکس بھارت اور ایران کی مشترک موقف کے لیے محنت کریں۔ افغانستان میں طالبان کے خلاف شدید ترین مراجحت کرنے والا شامی اتحاد اس وقت شدید مشکلات کا شکار ہے کیونکہ اس کا حصہ رہنے والے بہت سے جنگجو سواریا تو پکڑے گئے ہیں یا ملک سے فرار ہو گئے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایران اپنے تریت یافتہ افغان شیعہ گروپ فاطمی ڈویژن کو طالبان کے خلاف لڑائی میں استعمال کرے۔ ایران ان جنگجوؤں کو شام میں تعینات کرتا رہا ہے اور اس گروپ کو افغانستان میں بروئے کار لانے کا عنديہ بھی دیتا رہا ہے۔ ایران نے افغانستان کی سابق حکومت کو طالبان کے خلاف لڑائی میں فاطمیوں ڈویژن کے جنگجوؤں کی خدمات کی پیش کش کی تھی مگر اس حکومت نے ایسا کرنے میں وچھپی نہیں لی تھی۔ بھارت بڑا اس بات کا خواہش مند ہے کہ طالبان کے خلاف وسیع الیاد اتحاد قائم کیا جائے۔ ایران کے حمایت یا نہ افغان شیعہ جنگجوؤں کو استعمال کرنے کے نتیجے میں افغانستان میں فرقہ واریت کا وارثہ وسعت اختیار کر سکتا ہے اور اس کے نتیجے میں ضریب عدم استحکام پیدا ہو گا۔

اوکاٹا ہے کہ ایرانی قیادت افغانستان کے حوالے سے فوری طور پر امکانات زندہ رکھنے کے لیے راستے اور رابطے لکھنے کو ترجیح دے، اور پاکن بقاۓ باہمی کی امید پر طالبان سے تعلقات پر بھی وسیع تر اڑات کے حوالہ ہو سکتے ہیں۔ چند برسوں کے دوران بھارت اور ایران کے تعلقات جوڑی سی سردوں کی شکار رہے ہیں کیونکہ امریکا کے حوالے سے دنوں کا موقف ایک دوسرے سے سیکر مختلف رہا ہے۔ بھارتی وزیر خارجہ براہمی جے شکر کے حالیہ دوسرے سے بھارت نے یہ امید و ایسٹی کی تھی کہ وو طرف تعلقات میں درآئے والی سرہری بہت بڑا خطرہ پیدا نہ ہو۔ بھارتی قیادت بھی اس بات کو مجھ سے ہے کہ افغانستان کے حوالے سے امکانات زندہ رکھنے کی ایک اچھی صورت ہے کیونکہ اس بات کو ایران سے تعلقات خوش گوار سڑھ پر برقرار رکھنے میں بھارت کو شدید مشکلات کا سامنا رہا ہے اور اس کا بنیادی سبب امریکا کی طرف کی بارڈر کر اسکر اور ایران سے تحقیق میں صوبوں ہرات، فراہ اور نروز کے صدر مقامات پر مصروف ہونے میں بھی کامیاب ہو گے۔ ایران اور افغانستان سے اپنی سرحدیں بند کرنے پر مجبور ہوا پڑا ہے، جس کے نتیجے میں ۲۶ رابر ڈا لرالانہ کی تجارت بھی واؤ پر گل گئی ہے۔ نروز کا صدر مقام زارخانہ طالبان کے کنٹرول میں ہے۔ یہ بات ایران اور بھارت دونوں کے لیے انتہا پر پیشان کن ہے کیونکہ یہ شہر چاہ بھارکی بندرگاہ کے روٹ پر واقع ہے اور اس کی تجارتی اہمیت غیر معمولی ہے۔ بھارت نے راجح سے شامل نفوذیں دلالات تک شاہراہ تھیر کی ہے، جو ایران اور افغانستان کی سرحد کو قدر ہر ہر اسٹریٹ شاہراہ سے جوڑتی ہے اور وہاں سے افغانستان کے دوسرے بڑے شہری مرکز تک رسانی آسان ہو جاتی ہے۔ بھارت کو یہ تشویش بھی لا حق ہے کہ افغانستان میں طالبان کی سرکروگی میں قائم ہونے والی حکومت پاکستان کی کراچی اور گواہر کی بندرگاہ کے ذریعہ تجارت بڑھانے کو ترجیح دے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ علاقائی بنیاد پر روابط اور ہم آئندگی کو فرعی دینے کے بجائے بھارت کی قیادت ایران کے ساتھ میں کھل کر طالبان سے بہتر طور پر نہیں میں مصروف رہنے پر مجبور ہو گی۔ ۱۹۹۰ء کی دہائی میں بھارت نے ایران اور روس کے ساتھ میں کھل کر شامی افغانستان سے قلع رکھنے والے جنگجوؤں کے شامی اتحاد کے ہاتھ میں پیوں کے ہاتھ میں بھارتی اس کا حصہ رہنے ہے اور اس گروپ کو افغانستان میں بروئے کار لانے کا عنديہ بھی دیتا رہا ہے۔ ایران نے افغانستان کی سابق حکومت سے نبرد آزماتھے۔ ویسے چند ایک تھیفات کے ساتھ بھارت کی قیادت ایران ایک عشرے کے دوران طالبان سے تعلقات بہتر بنانے پر نیز معمولی توجہ دی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ خطے میں امریکی ایڑات کا دائرہ محدود رکھنے کے لیے ایران نے طالبان کو تھیار بھی فراہم کیے۔ اور جب ایران نے محسوس کر لیا کہ طالبان دوبارہ اقتدار میں آکرے ہیں تو اس سے سفارتی روابط بڑھ رہے ہیں اور مختلف معاملات میں مشاورت کی۔

اوکاٹا ہے کہ ایرانی قیادت افغانستان کے حوالے سے فوری طور پر امکانات زندہ رکھنے کے لیے راستے اور رابطے لکھنے کو ترجیح دے، اور پاکن بقاۓ باہمی کی امید پر طالبان سے تعلقات پر بھی وسیع تر اڑات کے حوالہ ہو سکتے ہیں۔ چند برسوں کے دوران بھارت اور ایران کے تعلقات جوڑی سی سردوں کی شکار رہے ہیں کیونکہ امریکا کے حوالے سے دنوں کا موقف ایک دوسرے سے سیکر مختلف رہا ہے۔ بھارتی وزیر خارجہ براہمی جے شکر کے حالیہ دوسرے سے بھارت نے یہ امید و ایسٹی کی تھی کہ وو طرف تعلقات میں درآئے والی سرہری بہت بڑا خطرہ پیدا نہ ہو۔ بھارتی قیادت بھی اس بات کو مجھ سے ہے کہ افغانستان کے حوالے سے امکانات زندہ رکھنے کی ایک اچھی صورت ہے کیونکہ اس بات کو ایران سے تعلقات خوش گوار سڑھ پر برقرار رکھنے میں بھارت کے تمام فریقوں اور جنگوں طور پر پورے ملک کے اسٹیک ہولدرز سے

ستون تھے کو قائم کرنا تھا۔

امریکی جنگ عظیم کے خاتمے پر جب امریکا کا جرمی پر بصرہ تھا تو امریکی فوجی کمان نے محسوس کر لیا تھا کہ جرس معاشرے کو افرانگی سے بچانے کے لیے انتظامی ڈھانچے کو جوں کا توں رکھنے کی ضرورت ہے، چونکہ ہتلر کے زمانے میں نازی پارٹی کی مہر شپ تمام سرکاری ملازمین کے لیے لازمی تھی اور نازی جماعت سے باہر انتظامی تجربے کے لوگ ناکافی تھے۔ اس لیے سرکاری اداروں کی نازی پارٹی کے مہر ان سے صفائی کے عمل کوڑک کر دیا گیا۔

امریکا کی تھیم طاقت اس کا سب سے بڑا سرماہی ہے، اس کے ساتھ ہی سب سے بڑی کمزوری بھی۔ اتنی طاقت کی وجہ سے امریکا کو اگر مطلق طور پر ضرورت ہوتی بھی کسی سمجھوتے کا دہا جنہیں ہوتا۔ افغانستان ایک قدیم معاشرہ ہے اس کے ساتھ ہی ایران اس سے بھی قدم ہے، صد یوں ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کی وجہ سے لازم ہے ایرانی تاریخی و ثقافتی و انسانی افغانستان کے ساتھ رہنے کے اسلوب سے واقف ہوں گے۔ سادہ سا کام (افغانستان کا) امریکی مقامی حکومت کر سکتا تھا کہ ایران سے دوسرے معاملات کو پہنچت ڈال کر ایرانی حکام سے افغانستان میں مضبوط سیاسی نظام کی تیاری کے لیے مدد حاصل کرتا۔ ایران یقیناً تعاون کرتا کیونکہ افغانستان میں طالبان کا اقتدار اس کے لیے امریکا سے زیادہ لائقان دہ ہے۔ لیکن واشنگٹن میں ایران سے کسی قسم کے سمجھوتے کے بات سوچنا بھی ممکن نہیں۔

اگر امریکا افغانستان و دیگر بھروسے پر اپنی نیازی غلطیوں سے بیرون حاصل نہیں کرے گا تو خطہ ہے کہ وہ انہیں آئندہ بھی ڈھرا رہے گا۔ لیکن اب تک تو ان چیزوں پر غور کرنے کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔

اس کی بجائے اس تباہ گن ناکامی کا الزام واشنگٹن میں بہت سے لوگ افغانوں پر لگا رہے ہیں، خاص طور پر کرپش پر۔ لیکن کے لیے بھی سپاٹی اور ڈیائٹ کی ضروری ہے۔ اگر امریکا افغانستان کو بغیر مناسب کنٹرول کے امریکی ڈارلوں کے سونا ہی میں ڈینیں دیتا تو کرپش بھی نہیں ہوتی۔

حیرت کی بات یہ ہے اس معاملے میں اشرف غنی نے ہی ۲۰۰۸ء میں کلر لاہور کا ساتھ مل کر شایع شدہ کتاب میں ایک پروجیکٹ کی مثال دی تھی، جس میں غیر ملکی امداد سے وابستہ مسائل کی وضاحت کی گئی تھی۔

ویسے تو امداد اقوام متحده کی مختلف ایجنسیوں کے ذریعے

افغانوں کو الزام مت دو!

کشو محبوبانی

کن پشاور پر بات کریں گے کہ ایک طرف امریکا افغانستان میں جمہوریت کو فروغ دینا چاہتا تھا، لیکن عملی طور پر ۲۰۰۸ء میں تک افغانستان کے معاملات مکمل طور پر اپنے ہاتھوں میں رکھ کر اس سے زیادہ غیر جمہوری انداز اختیار نہیں کر سکتا تھا۔

دوسراءً کچھ ہے، امریکا نے فرض کر لیا کہ صدر اشرف غنی کی حکومت جمہوری ہے کیونکہ وہ امریکی جمہوری انداز میں

منتخب ہوئی، کیا واقعی ایسا ہوا؟

افغانستان کی ۲۳۱ میلین آبادی، جس میں ۷۴٪ رجسٹر ووٹر ہیں ان میں سے بھی ۸۰٪ امریکن افراد نے گزشتہ انتخابات میں ووٹ ڈالے، اس کے بر عکس ۲۰۰۸ء میں جب اقوام متحده کے مشن نے انجیریا کے شاندار مفارست کار لندر بری احمدی کی قیادت میں طالبان کی پہلی حکومت کے خاتمے کے بعد افغان حکومت قائم کرنے کی کوشش کی تھی، تب بر احمدی نے افغان تاریخ و کلچر کو سمجھنے کی کوشش کی اور افغان روایت کے مطابق ایک روایتی بزرگوں اور علاقائی قائدین کی کوشش جو اہم قومی مسائل پر غور و خوں کرتے کالویا جگہ منعقد کیا۔

یہ سارا طریقہ کار مشکل تھا اور اقوام متحده (اس کے متاثر پر) کمکن کنٹرول نہیں کر سکتی تھی، لیکن اس لویا جگہ سے سامنے والی حکومت نام نہاد جمہوری طریقے سے منتخب ہونے والے اشرف غنی کی حکومت سے زیادہ عوامی قبولیت و وقت رکھتی تھی۔

جزیران گن ہات ہے کہ امریکا نے اپنے مقبوضہ علاقوں کے معاملات کے بارے میں ہدایات آتی تھیں اور وہ یہ ہدایات خود جا کر کمبوڈیا کے وزیر برائے معیشت کو دے آتی تھی۔ چونکہ واشنگٹن میں دنیا کے بہترین مابہرین معاشریات میں، اس چنانے کی بجائے جو کہ اگر امریکا چاہتا تو کر سکتا تھا سے تنہ پر رہنے دیا گی۔ جس سے جاپانیوں کو یہ یقین دہانی ہوئی کہ ان کے پھر و ثافت کا احرام کیا جائے گا۔ لیکن افغانستان میں امریکیوں نے افغان کلچر کے بارے میں کسی قسم کی حساسیت و احترام کا مظاہرہ نہیں کیا۔

تیسراً کچھ و مائز (سمجھوئے) ہے، جب آپ دوسروں کی سرزی میں پر چل رہے ہوں تو مطلق کا تقاضا ہے کہ جس بضورت سمجھوتے کریں اور مقامی اداروں کا احرام کریں۔ امریکا کے عراق میں بڑی طرح ناکام رہنے کی وجہ ایک تباہ کن فیصلہ۔ عراقی فوج اور بعثت پارٹی دونوں عراقی معاشرے کا

امریکا دنیا کا کامیاب ترین ملک ہے، لیکن آخر کیا وجہ ہے کہ اپنی غیر ملکی مہماں میں کمبوڈیا اور ووہیت نام سے لے کر افغانستان اور عراق تک۔ اتنا خون و پیس خرچ کرنے کے باوجود اس بڑی طرح ناکام رہا؟

امریکی ان موالات کے جوابات افراد و اجتماعات میں تلاش کرتے ہیں لیکن درحقیقت مکمل طور پر گھری نبیادی خامیاں ہیں جو ان ناکامیوں کا سبب نہیں، یہ جوہات تین ۵ کنٹرول، کلچر اور کچھ و مائز میں تلاش کی جاسکتی ہیں۔

امریکی معاشرے کی سب بڑی خصوصیت ان کا کسی کام کو نہ ممکن نہ سمجھنے کا جذبہ ہے، جب امریکی کسی بھی مشکل کام کو کرنے کا فیصلہ کر لیتے ہیں جیسا کہ جانپور انسانوں کو سمجھنا، وہ معاملات پر کمکن کنٹرول حاصل کر کے اپنی پوری تو انائی اس پر لگادیتے ہیں۔ یہ امریکی سرزی میں پتو متحرک طور پر کام کرتا ہے لیکن دوسرے ممالک میں تباہ کن ناکامی کا سبب نہتہ ہے۔

مجھے پہلے ۱۹۷۳ء میں کنٹرول کی جملک ۱۹۷۷ء میں اس وقت نظر آئی جب میں نوجوان اور غیر شادی شدہ تھا اور جنگ زدہ کمبوڈیا میں سنگاپور کے سفارتخانے میں تعینات تھا۔ اور میری ایک نوجوان امریکی سفارتی اہلکار لڑکی سے دوستی ہو گئی۔ اس کا کام بہت آسان تھا، ہر صن اسے واٹکن سے کمبوڈیا میں معیشت کے معاملات کے بارے میں ہدایات آتی تھیں اور وہ یہ ہدایات خود جا کر کمبوڈیا کے وزیر برائے معیشت کو دے آتی تھی۔ چونکہ واشنگٹن میں دنیا کے بہترین مابہرین معاشریات میں، اس لیے اس کا جواز تو نہتہ ہے لیکن اس بیساکھی نے کمبوڈیا میں حکومت کو اپنے معاملات سنبھالنے کے قابل نہیں چھوڑا۔ امریکا کے وہاں سے نکلتے ہی بے کس ولاچار حکومت گئی۔

ایسا ہی افغانستان میں ہوا، جب تک امریکی کا ماذر رفوجی ۳۰۰،۰۰۰ مسکی افغان فوج کے ساتھ رہ رہے تھے، افغان فوج کی کار کردگی ۵۵۰۰۰ تک طالبان کے مقابلے میں بڑی نہیں تھی، لیکن کمبوڈیا کی طرز پر افغان فوج کا لپیٹ جنگی معاملات پر کوئی کنٹرول نہیں تھا، سارے فیصلے امریکی کرتے تھے، اس لیے جیسے ہی امریکا نے وہاں اپنا کنٹرول چھوڑا پورا ڈھانچہ منہدم ہو گیا۔ مستقبل کے موہین افغانستان کے موضوع پر اس جیران

انتہے پڑے اور بھاری تھے کہ عامٹی کے بننے انغان گھروں میں استعمال کے قابل نہیں تھے۔ اس لیے دیہاتیوں نے انہیں کاٹ کاٹ کر آگ جانے میں استعمال کر لیا۔ اس طرح ۱۵۰ اربین ڈالر چوپے کی نظر ہو گئے۔ سبقل کے موشنین یقیناً جیران ہوں گے کہ کس طرح امریکی یونیکس وہندگان کی ۱۰۰ ارب کی رقم افغانستان میں بغیر کسی ثابت نتیجے کے خرچ کی گئی۔ یہ چھوٹی سی کہانی اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ یہ سب کچھ کیسے ہوتا ہے۔ اسی طرح لاعداد ایجنسیوں اور کنٹریکٹرزوں جن میں سے ہر اپنا اپنا حصہ وصول کرتا ہے کو ضرب کر کے حساب لگایں تو پہنچ جائے گا کہ درحقیقت رقم کہاں گئی۔ اگر امریکی افغانوں کو لازم دیتے ہیں تو یہ ایک بڑی غلطی ہو گی، وہ (افغان) تو وہنگی میں کی گئی غلطیوں کا خسارہ ہیں۔ یہی وہ معاملہ ہے جہاں (امریکا کے لیے) سنجیدہ خور و فکر کی ضرورت ہے۔

(اصح) تحریر سنگاپور کے ریڈار سفارت کار اور یونیشنل یونیورسٹی آف سنگاپور کے ایشیا بریکنگ انسٹی ٹیوٹ کے متاثر فلو ہیں۔ جو روی ۲۰۰۰ بیک اقوم تحدیہ کی سلاسل کی نسل کے صدر بھی رہے ہیں۔

(ترجمہ: عظیم علی)
"Don't blame the Afghans".
(Foreign Policy". August 24, 2021)

مشکل ہے کہ وادی پنجشیر میں مراجحت کس حد تک جاسکے گی۔ امریکی صدر جو بائیڈن پر ہر طرف سے تقدیم ہوئی ہے کہ انہوں نے افغانستان سے امریکی و اتحادی افواج کے اختلا کے معاملے میں غیر معمولی عجلت پسندی دکھائی ہے اور اس عجلت کے مکمل تائیگ کے بارے میں کچھ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ جو بائیڈن نے اخلاقی حقیقی تاریخ تمبر سے ۳۱ اگست تک لانے میں بھی پچھا بہت کام مظاہرہ نہیں کیا۔ امریکیوں اور ان کے اتحادیوں کے اختلا کی حقیقی تاریخ تبدیل کیے جانے کا طالبان کو غیر معمولی حد تک فائدہ پہنچا۔

افغان یونیشنل ڈیفس ایڈسکیورٹی فورز یا افغان یونیشنل آری نے برسوں طالبان کا سامنا کیا ہے اور بہت بڑے پیمانے پر جانی والی نقصان بھی برداشت کیا ہے۔ امریکیوں کا اختلا افغان یونیشنل آری کے مورال کے لیے بہت بڑا وچکا میں ہے۔ اس اسٹاف کے اختلا نے افغان قومی فوج کو مظلوم کر دیا۔ افغان فضائیہ کے لیے لڑائی جاری رکھنا ممکن ہی نہ رہا۔ وسیع پیمانے پر پھیلی ہوئی کریمیں سے اٹے نظام حکومت کے تحت نسلی، قبائلی اور گروہی بنیاد پر پائی جانے والی تقسیم کے باعث افغان قومی فوج تیزی سے مکھری اور تحیل ہو گئی۔ صدیوں سے افغان باشندے اصلاح جمہوریت یا قومی مفادات

گھروں کی تعمیر میں مدد کی جائے گی، ہم یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ لیکن کمی مہگزر گئے کچھ خاص نہ ہوا، اب ہم نا خواندہ تو ہیں لیکن حقیقی نہیں ہے، اس لیے ہم نے معلومات کرنے کی کوشش کی تو یہ بات سامنے آئی۔

☆ پہلے وہ ساری رقم ایک چینی ایجنسی کے پاس گئی۔ ☆ اس نے ۲۰۰۰ فیصد حصہ رکھ کر اس کا ٹھیکہ ایک امریکی ایجنسی کو دے دیا۔

☆ اس امریکی ایجنسی نے بھی اپنا ۲۰۰۰ فیصد حصہ رکھ کر آگے بڑھا دیا۔

☆ وہاں سے ایک سب کنٹریکٹر کے پاس گئی اس نے بھی اپنا ۲۰۰۰ فیصد حصہ رکھ کر آگے بڑھا دیا۔

☆ جب کامل رقم پہنچ تو حکومت بہت رقم پہنچ کی لیکن اتنی تھی کہ کچھ عمارتی استعمال کے لیے مغربی ایران سے لکڑی مالص کی جا سکتی تھی۔

☆ وہ ٹھیکہ ایک افغان گورنر کی کمپنی کو مل گیا۔ جس نے اس کی اصل قیمت سے پانچ گناہ زیادہ قیمت پر لکڑی ملکوں کر فراہم کی۔

جب اس میں سے کچھ لکڑی ان کے گاؤں تک پہنچی تو ٹھیک

تقسیم ہوتی ہے لیکن زیادہ ترقی امریکا سے ہی آتی ہے۔ یہ کہانی لاکھارٹ کی ایک تحریر میں بیان کی گئی ہے، جویں سمجھنے کے لیے کافی ہے کہ امریکا پنی افغانستان کی ہم میں کیا غلطی کر رہا تھا۔

۲۰۰۰ء میں کلیر لاکھارٹ بامیان کے دور روزا گاؤں میں ایک افغان دیہاتی سے ملیں تو اس نے ایک لوچپ کہانی سنائی، اس وقت امریکی و ناطقہ کا ابتدائی دور تھا اور ۱۵ اربین ڈالر کی ابتدائی رقم تعمیر و ترقی کے لیے میں کی گئی تھی۔

وہ گاؤں صوبہ بامیان کے دور روز علاقے صوبائی دار الحکومت سے چند گھنٹوں کی ڈرائیور دنیا سے کمل کتا ہوا تھا۔ اس وقت اقوام متحدہ کی ایجنسیاں اور این جی اوز ایسے پر ڈیکھ جن سے افغان عوام کو جنگ کے بعد مدد و اور جن کا فائدہ فوری طور نظر آئے کی وجہ میں گئی ہوئی تھیں۔ یہ ۱۵ اربین ڈالر کی رقم یقیناً ایسے دیہاتوں کے باسیوں کی زندگی پر تبدیل کر سکتی تھی۔

لیکن درحقیقت کیا ہوا، اس کی داستان کے لیے اب آجاتے ہیں، دیہاتی کی کہانی کی طرف:-

"هم نے ریڈ یوپر سنا کہ ہمارے علاقے میں قیراطی کام شروع ہو رہا ہے اور یہیں جلاوطنی سے واپس آنے کے بعد اپنے

افغانستان میں بھارت کے آپشن محدود

Pinak Ranjan Chakravarty

دکھائی دی۔ اس کے بعد کامل ایئر پورٹ پر دھماکے ہوئے۔ یہ گویا مرے کو مارے شاہزادوں والا معاملہ تھا۔

طالبان قیادت نے اب تک یہ تاثر دینے کی بھرپور کوشش کی ہے کہ وہ اپنی اصلاح کر سکے ہیں اور افغانستان کی تعمیر و ترقی میں کوئی کروار ادا کرنا چاہتے ہیں، مگر طالبان جگجوں کے حوالے سے اطلاعات ہیں کہ انہوں نے انتقامی کارروائی کے طور پر تقلیل ہی کیے ہیں اور امریکیوں اور اُن کی حکومت کے لیے کام کرنے والے افغانوں اور دیگر غیر ملکیوں کو علاش کرتے پھر رہے ہیں۔ شمال کے پنجشیر صوبے سے مراجحت کی اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ یہ علاقہ اب تک طالبان کے کمزور میں نہیں آیا ہے۔ افسانوی شہر کے حوالے نے مکالمہ میں ایسے بڑوں ہوئے کہ طیارے کے پہیوں اور دیگر مقامات پر لٹک گئے اور جب طیارے نے ٹک گئے آف کیا تو یہ سب زمین پر آرہے۔ اطلاعات ہیں کہ بہت سی ماڈلوں نے اپنے پیچے امریکی فوجیوں کے حوالے کر دیے کہ اُن کا تو انخلامکن بنا کیں۔ افغانستان کے دار الحکومت میں شدید مایوسی، بدحواسی اور خوف کی نضا

ہے۔ جیلن نے بھارت کے پڑوی ممالک میں اپنی بڑیں گھری اور مضبوط کر لی ہیں اور اس کے نتیجے میں بھارت کے مفادات اور اثرات کا دائرہ محدود ہوا ہے۔

پاک امریکا تعلقات کو بھی ظرفاً نی کی ضرورت ہو گی۔ افغانستان سے امریکا اور اتحادی افراد کے انخلا اور وہاں طالبان کی حکومت کے قیام کی صورت میں بہت کچھ بد لے گا جسے دوسرے تعلقات کے حوالے سے نظر اندازیں کیا جاسکتے۔ بہت سے امریکیوں کو جو ہری پروگرام کے حوالے سے بھی خلیل کی صورت حال سے پریشان لاحق ہے۔ آئیں آئی کے ایک سابق سربراہ نے کہا تھا کہ ”پہلے پاکستان نے امریکا کی دولت سے افغانستان میں سابق سودہت یونیٹ کو شکست دی اور اب وہیں امریکا کو امریکا ہی کی دولت سے ہرا گا۔“ افغانستان سے انخلا کے بعد اب امریکا کو جیلن کے توسعے پرندہ نہ اور جارحانہ عزم اتم کا ڈٹ کر سامنا کرنے کے لیے وسائل مخفض کرنے میں مدد ملے گی۔

افغانستان میں بھارت کے آپنے بہت محدود ہیں۔ اس وقت سب سے ضروری، بلکہ لازمی بات یہ ہے کہ تمام بھارتی باشندوں کو افغان سر زمین سے نکال لیا جائے۔ طالبان کے پہلے دور حکومت کے دوران بھارتی طیارے کی ہائی جیکٹ کے معاملے کی تین یادیں اب بھی باقی ہیں۔ اس کے بعد بھی بھارت نے افغانستان کا بنیادی ڈھانچا مضبوط بنانے پر توجہ دی۔ اس حوالے سے خیر سرمایہ کاری کی جا چکی ہے۔ افغانستان میں صحبت عامہ کی ہواتوں کا معیار بلند کرنے کے حوالے سے تربیت فراہم کرنے میں بھی بھارت نے فراخ دلی کا مظاہرہ کیا ہے۔ افغان عوام میں بھارت کے لیے بہت جذبات پائے جاتے ہیں۔ افغان پناہ گزیوں کو قبول کرنے سے بھارت کا ایجمن افغان عوام کی نظر میں مزید بہتر ہو گا۔ اگر طالبان حکومت قائم کریں تو اسے قبول کرنے سے انکار کرنا بھارت کے لیے ممکن بھی نہ ہو گا اور اسے داشمندی بھی نہیں سمجھا جائے گا۔ حکومت کا مل (اور ہاں، حکومت پاکستان) کا رو یہ اس حوالے سے بہت اہم ہو گا۔ بھارت کو کام میں اپنا سفارت خانہ دوبارہ کھولنا ہی پڑے گا۔ اس معاملے میں تاثیر سے افغانستان میں اس کے مفادات کو شدید نقصان پہنچ گا۔ (مصنف بھارتی وزارت خارجہ کے سابق سکریٹری اور سابق نمائان)

(ترجمہ: محمد ابراء احمد نمان)
"India's limited options in Afghanistan".
(Indianexpress.com). August 29, 2021)

ہے یہ نہیں کہ افغانستان کو مالی امداد فراہم کر سکے۔ ایسے میں جیلن رہ جاتا ہے جو افغانستان میں بڑے پیانے کی خذلگ کی گنجائش رکھتا ہے۔ جیلن کا معاملہ یہ ہے کہ وہ کسی واسیح مصطفیٰ مفاد کے بغیر کچھ بھی خرچ نہیں کرتا۔ کیا جیلن افغانستان میں وسیع اور پرکشش معدنی ذخائر کے عوام کچھ خرچ کرنا پسند کرے گا؟ یورپی یونین نے ساری مالی امداد روک لی ہے اور اعلان کیا ہے کہ جب تک طالبان انسانی حقوق کے حوالے سے عالمی سطح پر تسلیم شدہ معیارات کا احترام کرنے کی لیے انہیں دہائی نہیں کرائیں گے تب تک ان کی حکومت تسلیم نہیں کی جائے گی۔ ہو سکتا ہے کہ امریکا اور برطانیہ اپنے مفادات کی خاطر اصولوں پر کچھ سمجھوتا کر لیں۔ اسلامی تعاون کی تنظیم نے بھی اقوام متحدہ کی طرح بہت کچھ دینے کا اعلان کیا ہے۔

افغانستان میں جو بچھو ہوا ہے اس کے اسٹریچ گ اڑات ایک مدت تک برقرار رہیں گے۔ امریکا نے جس انداز سے افغانستان سے انخلائیا ہے اس سے میں الاقوامی سطح پر منہنس کے حوالے سے اس کی اہلیت پر بھکرنا ہے والوں کی تعداد بڑھے گی۔ جیلن، ایران، پاکستان اور روس..... بھی چاہتے تھے کہ امریکا ان کے ”پائیں باغ“ سے نکل جائے۔ اب تر کی بھی اس گروپ کا حصہ ہے۔ ان تمام ممالک نے خلپر کرنے کی امید سے کامیل میں اپنے سفارت خانے کھل رکھے ہیں۔ افغانستان کی صورت حال خلپر کی جغرافیائی و سیاسی صورت حال میں بنیادی نوعیت کی تبدیلی کے رونما ہونے کی نشاندہی کر رہی ہے۔ اب بھارت کو بھی امریکا کے علاوہ ان تمام ممالک سے اپنے تعلقات کی نوعیت پر غور کرتے ہوئے بہت کی تبدیلیوں کے لیے تیار ہنپڑے گا۔

افغانستان کی بدیلی ہوئی صورت حال بھارت کے لیے اسٹریچ گ سطح پر ایک بڑا چھپا ہے۔ اس کے نتیجے میں جہاد کے نام پر دہشت گردی کی گنجائش بڑھ سکتی ہے۔ جیلن کو اپنے مغربی صوبے سکیانیگ اور روس کو وسط ایشیا میں اسلامی انتہا پسندی کے مزید پہنچنے کا خدا لاحق ہے۔ دو فوں نے افغانستان سے پناہ گزیوں کو قبول کرنے سے انکار کیا ہے۔ جیلن اس وقت معافی طور پر مضبوط ہے گرچہ بھی اس نے افغانستان میں سرمایہ کاری کے حوالے سے غیر معمولی احتیاط سے کام لیا ہے۔ پاکستان میں جیلن کے متعدد باشندے قتل کیے جا چکے ہیں۔ افغانستان تو اس سے بھی زیادہ غیر مسلح ہے گو کہ افغان سر زمین سی پیک کے حوالے سے غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے اور اس کے معدنی ذخائر میں بھی خاص کشش

کے بجائے قبائلی و قاداری کی بنیاد پر جگدیں لڑتے آئے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ کتنے بھی ذہن نشین رہے کہ افغان قومی فوج کو پیچیدہ جگ کی تربیت دی یہی نہیں گئی تھی۔ اس حقیقت کا طالبان نے بھر پور فائدہ اٹھایا۔ امریکی قیادت نے موچا تھا کہ انخلیل سکون انداز سے اور لطمہ و ضبط کے ساتھ ممکن ہو سکے گا یہ اندازہ غلط تھا۔ امریکیوں کا اندازہ تھا کہ افغان قومی فوج طالبان کو چند ماہ تک قابو میں رکھنے میں کامیاب رہے گی۔

طالبان کو افغانستان کے طول و عرض میں غیر معمولی مقبولیت حاصل ہے کیونکہ لوگ بڑے پیانے پر پائی جانے والی بدعونی سے نگک آچکے ہیں۔ امریکا اور اتحادیوں کے قبضے کے دوران عام افغان باشندوں کو بنیادی سہولیتیں تک ڈھنک سے میسر نہ ہو سکیں۔ جو کچھ امریکا اور اتحادیوں نے ملک چلانے کے نام پر پہلے حامد کر زمی اور بعد میں اشرف غنی کی قیادت میں قائم ہونے والی حکومتوں کو دیا اُس کا براہ راست بدنی کی نذر ہو گیا۔ کرپشن مخفی کوئی مشیری تک مدد و نفعی بلکہ افغان نیشنل آری میں بھی اعلیٰ سطح پر کرپشن کا لازم رکھ رہا ہے۔ جب طالبان نے افغانستان میں حقیقی نوعیت کی کارروائیوں کا ڈول ڈالات پاکستان کی ”ڈیپ اسٹیٹ“ نے انہیں بھر پور لاجٹک اور دوسرا مدققر اہم کی۔ افغانستان میں تزویری اسٹریچ گرہی آرزو و تلاش نے پاکستان کو طالبان کا انتہا رکھا ہے۔ پاکستان کے آری چیف جنرل قمر جاوید باجوہ کی قیادت میں پاکستان کی ڈیپ اسٹیٹ نے ایک ایسی عبوری افغان حکومت کے قیام کی کوشش کی ہے، جس میں تمام فریقوں یا اسٹیک، ولڈر کی نمائندگی ہو۔ کامیل میں وسیع البیاد حکومت کے قیام کی کوششیں جاری ہیں اور پاکستانی ورزی خارجہ شاہ محمد قریشی معاملات کو حصی ٹھکل دینے کے لیے جلد کام میں ہوں گے۔ برطانیہ کے چیف آف ڈیفس اساف جنرل نیک کارڈر اس مرحلے پر جنرل باجوہ کی معاونت کے لیے تیزی سے آگے بڑھے ہیں۔ جنرل نیک کارڈر ”اصلاح یافتہ“ طالبان کا بیانیہ آگے بڑھانے کے حوالے سے پر جو شو و تحرک رہے ہیں۔ پاکستان طالبان کی ”فتح“ پر غیر معمولی انداز سے مزدلت کا اٹھا کر رہا ہے۔ جو کچھ ہوا ہے وہ اپنی جنگ اہم کی گمراہ سے معافی سطح پر کوئی بہت بڑی ناموقوف صورت حال بھی سامنے آسکتی ہے۔ اسی کوئی بھی صورت حال کھلی کو تبدیل کرنے والے عالم کی حیثیت بھی اختیار کر سکتی ہے۔ افغانستان دیوالیہ ہو چکا ہے۔ اس کے سالانہ بجٹ میں غیر ملکی امداد کا تابع ۴۰ فیصد تھا۔ یہ امداد بہت ہو چکی ہے۔ پاکستان اس پوزیشن میں

بخارا کامل میں جہیں کے مقابل عسکری قوت برودے کاراکار کوئی انتقام برپا کیا جاسکے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ افغانستان میں تینیات امریکی فوجی ایشیا و بخارا کامل میں جہیں کے مقابل درکار عسکری قوت کا خصوصیت بھی نہیں۔ کہا جا رہا ہے کہ امریکا اب افغانستان میں فوجی سرگرمیاں ختم کر کے وہاں تینیات فوجیوں کو ایشیا و بخارا کامل کے حاذ پر برودے کار لانا چاہتا ہے۔ یہ حقیقت نظر انداز کرو دی گئی ہے کہ امریکا نے افغانستان سے فوجی توکال لیے ہیں مگر وہ وہاں عسکری سرگرمیاں روکنے کے مودو میں نہیں۔ واضح طور پر کہا جا رہا ہے کہ افغان سر زمین پر باہر سے حلے جاری رکے جائیں گے۔ پورے خطے کے لیے اس کے کتنے خطڑاں تباخ برآمد ہو سکتے ہیں اس کا اندازہ لگانا کسی بھی سطح پر کوئی شکل کام نہیں۔

ایک بڑی صیبیت یہ بھی ہے کہ امریکا ہشت گردی ختم کرنے کے نام پر افغانستان میں جو کچھ کرتا آیا ہے وہ ختم نہیں کر سکتا، یونکہ امریکی حکومت دفاع نے ایک روپرست میں واضح طور پر کہا ہے کہ افغانستان میں القاعدہ دوبارہ مذکور مضمون اور مضبوط ہوئی جا رہی ہے اور وہ طالبان کی چھڑا جھلا میں اپنے قدم مضبوط بنانے کے لیے کام کر رہی ہے۔ ایسے میں امریکا کے لیے افغانستان سے کمل طور پر بے نیاز رہنا ممکن نہیں۔ اقوام متحده کی ایک روپرست میں بھی بتایا گیا ہے کہ نائن الیون کے بعد ہشت گردی کے خاتمے کے نام پر جو بندگ شروع کی گئی اس کے باعث القاعدہ کی قیادت افغانستان کی سر زمین چھوڑ کر پاک افغان سرحد سے ملٹچ پاکستانی عاقلوں میں سرکز ہو گئی تھی اور آج تک وہیں ہے۔ ایسے میں امریکا کے لیے ممکن نہیں کہ ہشت گردی کے خلاف جنگ کو کمل طور پر ختم کر دے۔ ایسا کرنے کی صورت میں اگر افغانستان میں طالبان کے ساتھ مول کر ہی وہی عسکریت پسندوں نے ایک بار پھر اپنی پوزیشن مضبوط کی تو امریکا اور اس کے مغربی اتحادوں کی زیادہ سکون ہو گئی۔

افغانستان سے عملاً کل جانے کے بعد وہاں اپنی عسکری سرگرمیاں جاری رکھنے کے لیے امریکا کو اب قدر اور متحده عرب امارات پر انحصار کرنا پڑے گا۔ وہاں سے افغانستان تک کافی اس سفر کی گئنے کا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امریکی طیاروں کو افغانستان پر جلوں کے لیے خاصاً صد طریقہ کرنا پڑے گا اور زیادہ قوت کا استعمال بھی آسان نہ ہو گا۔ اس کے نتیجے میں عسکری فوجیوں کے اخراجات بڑھیں گے اور معاملات وہیں رہیں گے جہاں اس وقت ہیں۔ امریکی حکومت دفاع کے لیے لازم ہو جائے گا کہ افغانستان پر بہاری جاری رکھنے کے لیے زیادہ

باقی صفحہ نمبر ۱۰

امریکی نظر میں افغانستان کے پڑوس پر مرکوز

Richard Fontaine - Vance Serchuk

اور دوسری طرف جہیں۔ بھارت اگرچہ اب تک مغرب کا حاشیہ بردار ہے تاہم یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ہے کہ وہ معماشی طور پر مضبوط اور مغرب کے لیے کسی حد تک ایک چیز ہی ہے۔ بہر کیف، جہیں کو قابو میں رکھنے کے لیے امریکا کو شرقی وسطی سے جان تو چھڑانی ہے۔ عراق سے نٹکے کا بھی نہیاں کر رہا۔ اس کا خلا افغانستان کی نہیاں پر خلٹے میں بڑی فراہیوں کی راہ ہمار کر رہا ہے۔ جی دیلی کے بزرگ ہر اس حقیقت کا اور اس کرنے سے قاصر ہیں کہ امریکا کو کچھ کر رہا ہے اس کے نتیجے میں خلے میں بھی

ماہرین کا ایک طبق ایسا بھی ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ افغانستان سے نٹکے جانے کی صورت میں بھی امریکا کو جہیں کے مقابل نتو اسٹریٹیجی کے حوالے سے بالادی حاصل ہو سکے گی اور نہیں وہ معماشی اعتمار سے کچھ زیادہ کرنے کے قابل ہو سکے گا۔ باہمیان انتظامیہ کا خیال ہے کہ افغانستان سے کمل فوجی انجامی صورت میں امریکا کے لیے جہیں کے سامنے زیادہ قوت کے ساتھ کھڑا رہنا ممکن ہو سکے گا۔ افغانستان سے انجام ممکن ہو جانے کے بعد کی حکمت عملی کے اجزا جوں جوں سامنے آتے جا رہے ہیں، ماہرین میں یہ راے زور پکرانی جا رہی ہے کہ باہمیان انتظامیہ اس انجام سے وہ فوائد حاصل کرنے میں ناکام رہے گی جواب نکل سوچے جا رہے ہیں۔

افغانستان سے کمل انجامی کی جماعت کرنے والے تجویز کار کہتے ہیں کہ افغانستان کی طبلہ سے نٹکے پر امریکا اپنی عسکری قوت کو ایشیا و بخارا کامل کے خلے میں اپنی پوزیشن بہتر بنانے پر زیادہ آسانی سے صرف کر سکے گا۔ افغانستان سے جان چھڑانے کی صورت میں امریکا کے لیے سفارات اور یورپ کی یونیورسٹی پر بھی جہیں پر زیادہ توجہ دینا ممکن ہو سکے گا۔ عسکری قوت کے ساتھ ساتھ انتظامی قوت کا بھی مقول حصہ افغانستان کے معاملات پر صرف کرنے سے امریکا کے لیے جہیں پر خاطر خواہ توجہ دینا ممکن نہیں ہو پا رہا تھا۔ ایسے میں انجام کے سو اکوئی چارہ نہیں رہا تھا۔

سب سے پہلے تو اس حقیقت کو سمجھنا لازم ہے کہ افغانستان میں امریکا کی سال سے اس حد تک فعل نہیں رہا جس حد تک ہیڑھ شرے پہلے تھا۔ جو زف بایزیدن کے امریکی صدر کے منصب پر فائز ہونے تک افغانستان میں امریکی فوجیوں کی تعداد ایک بریگیڈ کے مساوی رہ گئی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ افغانستان میں امریکا کی عسکری قوت کا معمولی ساحر صرف ہو رہا تھا۔ ایسے میں یہ سوچنا سادگی کی انتہا ہے کہ افغانستان سے فوجیوں کا انجام ممکن کر کے ایشیا و بخارا کامل کے خلے پر متوجہ رہنا ہے۔ ایک طرف بھارت ہے

امریکا نے دو عشروں تک افغان سر زمین پر موجود رہتے ہوئے وہاں شدید نویجت کی خرابیوں کا بازار گرم رکھا۔ امریکا اپنی افواج کو وہاں سے نکال رہا ہے، اپنی پالیسی کو تبدیل نہیں کر رہا۔ اس کا خلا افغانستان کی نہیاں پر خلٹے میں بڑی فراہیوں کی راہ ہمار کر رہا ہے۔ جی دیلی کے بزرگ ہر اس حقیقت کا اور اس کرنے سے قاصر ہیں کہ امریکا کو کچھ کر رہا ہے اس کے نتیجے میں خلے میں بھی ایسا ہی ہو رہا کیونکہ اس کی کوئی تھان نہ پچھے۔

امریکا میں سیاسی و سفارتی اور کے تجویز کاریکاوس کے گھوڑے دوڑانے میں مصروف ہیں۔ ان کا ایک بیانوادی خیال یہ ہے کہ افغانستان سے کمل فوجی انجام کے ذریعے امریکا کو ہیں کہ افغانستان سے کمل فوجی انجام کے ذریعے امریکا کو جیتے ہیں کہ افغانستان کی طبلہ سے پوزیشن بہتر بنانے میں مدد کے گی۔ دوسری طرف بہت سے ماہرین یہ بھی کہ رہے ہیں کہ یہ مکمل خام خیال ہے۔

امریکی صدر جوزف بایزیدن کہتے ہیں کہ افغانستان میں ہشت گردی کے خلاف جنگ ختم کرنے اور وہاں سے نوج و اپنی بلانے کی صورت میں امریکا کے لیے جہیں کے حوالے سے واضح حد تک مدد ملے گی اور تمام تو ایسا ہیں جہیں کو ایک خاص حد تک رکھنے پر صرف کرنا ممکن ہو سکے گا۔ امریکا کے پالیسی سازوں میں یہ خیال عام ہے کہ جہیں جس تیزی سے اپنے رہا ہے اور معماشی، یونکنا لو جیکل اور اسٹریٹجی معاملات میں مدد دیتے رکھا ہے اس کے پیش نظر لازم ہے کہ ایک بے مقصد اور لاثنا ہی تو یہی تجسس کی جنگ ختم کر کے ساری توجہ جہیں کو قابو میں رکھنے پر مرکوزی جائے۔

پالیسی کے حوالے سے ایک نہیاں دی تھیت یہ بھی ہے کہ امریکا اب شرقی وسطی سے نٹکا جا رہا ہے۔ وہ اس کمپیئر سے نٹکے کی کوشش اس لیے کر رہا ہے کہ اب اسے ایشیا و بخارا کامل کے خلے پر متوجہ رہنا ہے۔ ایک طرف بھارت ہے